من كان في هذه اعمى فهو في الآخرة اعمى
یعنے جو یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی اندھا ہی رہیگا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد خدائے تعالیٰ کو جو مُردوں کو جلاتا ہے منزلِ اوّل میں جسے قبر کہتے ہیں اُنکو آزماتا ہے کسیکو سعید کسیکو شقی بناتا ہے۔ کسیکو بہشت کسیکو دوزخ کا موعود فرماتا ہے۔ درود محمد مصطفےٰ پر جنکی رسالت و نبوتِ حقہ کا سوال مُردوں سے کیا جاتا ہے۔ جو شخص اقرار کرتا ہے وہ بہشتی قرار پاتا ہے وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین بعد حمد و صلوٰۃ کے کہتا ہے فقیر حقیر سراپا تقصیر **وکیل احمد سکندر پوری** غفر اللہ لہ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ کہ اس زمانے میں جو چل رہا ہے بعض حضرات کو طریقۂ مروجہ صدقۂ اموات کی حرمت پر سخت اصرار ہے جسے یہ لوگ صیقلِ زبان خیال کرتے ہیں مگر بیچارے مُردوں کا خون ہوا جاتا ہے یہ بیہودہ قیل و قال انکو ایسے ثواب سے محروم رکھتا ہے جسکے وہ مستحق ہیں اسلئے مینے یہ مناسب خیال کیا کہ جواز تیجے میں ایک رسالہ مستقلہ جسکا نام **نتیجہ** ہو اُردو زبان میں لکھا جائے جس سے اسکی اصلیت لوگوں پر کھل جائے پھر لوگ دل کھول کے ایصالِ ثواب میں کوشش کریں اور منکرین کے کہنے سے وہ مردوں کو ثواب سے محروم نہ رکھیں یہ کیسی قساوتِ قلبی ہے کہ ایک عزیز یا دوست

جسکی عالم حیات میں سوطرح کی خاطر کرتے تھے جب مر گیا تو اُسکے مال کو دبا بیٹھے اور اُسکی
مطلق پروانہ کی کہ وہ بیچارہ کس مصیبت میں مبتلا ہے اگر کسینے یاد بھی دلایا تو اوٗلٹہ کر کی گردن
پھیر لی صلہ رحم یا محبت کا مقتضے یہ تھا کہ جسطرح عالم حیات میں اُسکی خاطر کرتے تھے بعد انتقال
کے متعدد طریقے سے اُسے ثواب پہنچاتے تاکہ عالم برزخ مین جسمیں وہ مدد کا بہت محتاج ہی
اُسکو ان اقربا یا احباب سے ایسی مدد پہنچتی جس سے اُسکو ایک قسم کا فائدہ حاصل ہوتا قرآن و حدیث و
کلام ائمہ مجتہدین میں کہیں ایصال ثواب مالی یا بدنی کی ممانعت نہیں پائی جاتی بلکہ احادیث
میں تحریص و تشویق مذکور ہے فقہاء معتبرین کے کلام میں بھی کہیں اُسکی نہی دیکھنے میں نہیں آئی
اگر کسینے ممانعت لکھی ہے تو اُسمیں کچھ نہ کچھ قید لگائی ہے جس سے تیجہ یا یوں کہیں کہ ایصال ثواب
مالی یا بدنی کے جواز کا انکار نہیں ہو سکتا البتہ صاحب نصاب الاحتساب نے بہت سی وجوہ تحریر کیئے
ہیں جنکا بطلان ادنی تامل سے ہو جاتا ہے مجھکو بڑا تعجب یہی کہ منکرین جب ممانعت کی وجوہ بیان
کرتے ہیں تو آخر الامر پھر اگر جواز کے قائل ہو جاتے ہیں اور کسی کتاب میں کچھ لکھتے ہیں کسی میں
کچھ دلیل جو بیان کرتے ہیں وہ کچے دھاگے سے بھی کمزور۔ اب میں چاہتا ہوں کہ پہلے ایصال ثواب کا
طریقہ مروجہ بتاؤں پھر منکرین کی تقریر پریشان لکھکے ایک ایک کا جواب دوں پھر
نصاب الاحتساب کی وجوہ بیان کرکے انکا جواب لکھوں اُسکی بعد فقہا کا کلام لکھکے اُسکی معنی
بتاؤں تاکہ معلوم ہو جائے کہ بے سمجھے ہوے اُنسے استدلال کیا جاتا ہی اور اُسکی تائید میں فقہا کے
کلام تحریر کروں اُسکے بعد اس بات کو ثابت کروں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے
یہہ طریقہ چلا آتا ہے خیر القرون میں جب کوئی مرتا تھا فقراء کو ایصال ثواب کے لیئے
کھانا کھلاتے تھے۔ پھر یہہ بیان کروں کہ طعام موتی کا اغنیاء کو کھانا جائز ہے۔
پھر چند مسائل ملحقہ بیان کرکے رسالہ کو تمام کروں

پہلا باب تیجے وغیرہ کی کیفیت میں

معمول یہ ہے کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے اسکے اعزہ یا احباب بعد دفن کے غلہ پیسے کوڑیاں گورستان میں فقرا کو دیتے ہیں فی مقدور روپے آبی روغنی روٹیاں قرآن شریف دلائل الخیرات اہل احتیاج کو دیتے ہیں بیشتر متوفی کے کپڑے اور مستعمل اسباب بھی خیرات دئیے جاتے ہیں پھر روزانہ غلہ یا کھانا پکا پکایا اپنی استطاعت کے موافق فقرا پر تقسیم کرتے ہیں تیسرے دن کچھ لوگ مردے کے ورثہ کے گھر یا کسی مسجد میں عام ازینکہ وہ اسی گورستان کے قریب ہو جسمیں وہ میت دفن ہوئی ہے یا اُس سے دور ہو جمع ہوتے ہیں انمیں جو لوگ قرآن پڑھنے پر قادر نہیں ہوتے وہ چنے پر سورہ اخلاص یا کلمہ طیب پڑھتے ہیں جو لوگ پڑھے لکھے ہوتے ہیں وہ قرآن شریف پڑھتے ہیں چونکہ اسقدر قرآن شریف کا مہیا ہونا دشوار ہوتا ہے کہ ایک ایک آدمی کو دیا جاوے اسلئے تیس پارہ جدا جدا مجلد ہوتے ہیں ایک ایک پارہ ایک ایک شخص کو دیا جاتا ہے جب ایک ختم ہوتا ہے تو پھر اکٹھا کرکے تقسیم کرتے ہیں اور کہیں دو دو چار چار قرآن شریف کے علیحدہ علیحدہ پارے جلد بندھے ہوئے ملجاتے ہیں تو ایک ہی بار کی تقسیم میں دو دو چار چار ختم ہو جاتے ہیں جو لوگ آتے جاتے ہیں انکو قرآن شریف کے پارے دیے جاتے ہیں یہ قرآن خوانی اسوقت تک ہوتی ہے جبتک اسکی ورثہ خیال کرتے ہیں کہ لوگوں پر بار نہیں گذرتا ہے جب یہ خیال ہوتا ہے تو پھر پارے تقسیم نہیں کئے جاتے اگر کسیکی پاس کوئی پارہ رہجاتا ہے تو وہ تکمیل کر دیتا ہے نہیں تو وہ کسی حافظ یا ایسے ناظرہ خواں کو دیتا ہے جو تیز پڑھتا ہے تاکہ وہ جلد تمام کر دے اگر اُس مجمع میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوتا تو وہ قرآن شریف کو بیچ دیتا ہے پھر پنج آیت پڑھی جاتی ہے اور بعد ایصال ثواب و فاتحہ خوانی کے مجلس برخاست ہوتی ہے کبھی حاضرین کو پان تقسیم ہوتا ہے کبھی خوشبو اور مٹھائی سامنے لائی جاتی ہے عام ازینکہ

کوئی ہے یا نہ ہے کبھی فقرا و اغنیا کو کھانا کھلاتے ہیں کبھی صرف فقرا کو کھانا کھلاتے ہیں
اور اغنیا کے مکانوں پر کھانا بھیجدیتے ہیں یوں تو چالیس دن تک برابر فقرا کو کھانا دیتے
ہیں مگر دسویں بیسویں چالیسویں کو زیادہ فقرا کو کھلاتے ہیں بعض لوگ چالیسویں کو اغنیا کو
بھی کھانا کھلاتے ہیں یا اُنکے گھروں میں بھیجدیتے ہیں ششماہی و برسی میں بھی فقرا کو کھانا
کھلاتے ہیں کبھی اغنیا کے گھر بھی بھیجتے ہیں پھر ہمیشہ ہر سال اُس موتی کا عُرس کرتے ہیں
یا ہر سال کچھ نہ کچھ پکا کے فقرا کو کھلاتے ہیں یا اغنیا کو بھی کھلاتے ہیں ایصالِ ثواب میں
ان ایام کی تخصیص اس وجہ سے نہیں کیجاتی ہے کہ بہ نسبت اُس دن کے جو اُسکی قبل ہے یا بعد
آئیگا ثواب زیادہ ملتا ہے بلکہ تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ صاحب مصیبت کی تعزیت تین دن
تک کیجاتی ہے اسکے بعد تعزیت مکروہ ہے ایسی صورت میں اگلے بزرگوں نے یہ خیال کیا کہ
پہلے دن جسدن موتی کو دفن کرتے ہیں اکثر اقربا و احباب حاضر آتے ہیں اور تعزیت کرجاتے
دوسرے دن بھی اہل مصیبت کے بعض احباب آتے ہیں اور ادائے تعزیت کرتے ہیں خصوصاً ایسے
لوگ جنہیں بوقتِ وقوعِ واقعہ اسکی اطلاع نہوئی یا وہ کسی وجہ سے ورثہ کی تعزیت پہلے دن نکرسکے
تیسرا دن تعزیت کا اخیر دن ہے اس دن اسلئے تیجا کیا جاتا ہے تاکہ باقی لوگ بھی شریک
ہوں پھر اسکے بعد بار بار تعزیت کی زحمت نہ اُٹھائیں اس مجلس سے تین فائدے حاصل ہوے
پہلا فائدہ ادائے تعزیت ہے جو امر مستحب ہے **دوسرا فائدہ** زیارتِ قبر جو سُنت ہے
تیسرا فائدہ ایصالِ ثواب بدنی و مالی جو مسنون طریقہ ہے چونکہ موتی کو صدقہ
چالیس دن دینا چاہیے جسکا ذکر آگے چل کر آئیگا لوگوں نے آسانی کے لئے یوں ٹھیرالیا ہے کہ
دسویں بیسویں چالیسویں کو زیادہ لوگوں کو کھلادیتے ہیں عام ازیں کہ ہر روز فقرا کو کچھ
کچھ دیتے ہوں یا نہ دیتے ہوں اس سے کئی قسم کی آسانی ہوجاتی ہے پہلے آسانی یہ ہے کہ

ان تاریخوں کے معین ہونے سے فقرا اکھٹے ملجاتے ہیں بلکہ وہ خود بخود جمع ہوجاتے ہیں دوسری
آسانی یہ ہے کہ کبھی وزانہ پکانے میں اور تقسیم کرنے میں دقت ہوتی ہے تو اکھٹا چند فقرا کو
دسویں بیسویں چالیسویں کو کھلا کر ایصال ثواب کرتے ہیں چالیسویں کو فی الجملہ اس وجہ سے
زیادہ اہتمام کرتے ہیں کہ چالیسویں کے بعد سے مُردوں کا تعلق گھر سے کم ہوجاتا ہے سوا
اسکے چالیسواں پہیار روز ہے جسپر مُردہ کی آزمائش ختم ہوجاتی ہے چنانچہ اسکا ذکر آگے کیا جائیگا
علاوہ اسکے بسبب قرب عہد موت کے میت کو چالیس دن تک اپنے گھر کا شوق رہتا ہے شرح برزخ
میں ہے یَنْبَغِی اَنْ یُّوَاظِبَ عَلَی الصَّدَقَۃِ لِلْمَیِّتِ اِلٰی سَبْعَۃِ اَیَّامٍ
وَقِیْلَ اِلٰی اَرْبَعِیْنَ فَاِنَّ الْمَیِّتَ یَشْتَوِقُ اِلٰی بَیْتِہٖ یعنی سات دن یا چالیس دن
تک برابر میت کے لئے صدقہ دینا چاہئے اسلئے کہ میت اپنے گھر کی مشتاق رہتی ہے غرض چالیس روز
تک مُردے گھر کے مشتاق ہوا کرتے ہیں اسکی بعد اوقات فاضلہ میں انکو گھر آنے کی اجازت ہوتی ہے
اور ظاہر ہے کہ روح کا گھر کو آنا دو غرض سے ہے ایک تو تعلق دنیاوی کے لحاظ سے جو انکو
عالم حیات میں تھا دوسرے اس خیال سے کہ دیکھے احیا ایصال ثواب میں اُنکی کیا مدد کرتے ہیں
علامہ سیوطی سالہ طلوع الثریا باظہار ماکان خفیا میں لکھتے ہیں کہ کھانا کھلانا سات دن
تک سنت ہے مجھکو خبر ملی ہے کہ اب تک مکہ اور مدینہ میں جاری ہے اور صحابہ سے لیکر اب تک یہ
امر متروک نہیں ہوا ہے اور ہر طبقہ اپنے بزرگوں سے یہ امر سنتا رہا یہانتک کہ یہ امر صحابہ تک پہنچا
انتہی۔ یہ دیا لیا کچھ رائیگاں نہیں جاتا میت کے لئے جو کچھ بطور صدقہ کے دیا جاتا ہے حضرت
جبرئیل علیہ السلام نور کے طبق میں رکھکر نہایت اہتمام سے اُسکے قبر کے پاس لیجاتے ہیں
اور کہتے ہیں یہ وہ ہدیہ ہے جسکو تمھارے اہل نے تمھارے پاس بھیجا ہے مُردے اس ہدیہ سے نہایت
خوش ہوتے ہیں اور اسکی قرب جوار کے مُردے جنکی اہل انکی لئے ہدیہ نہیں بھیجتے محزون و متحسر ہوتے ہیں

مر گیا مردود نہ فاتحہ نہ درود اَخْرَجَ الطَّبْرَانِی فِی الْاَوْسَطِ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ اَھْلِ بَیْتٍ یَّمُوْتُ مِنْھُمْ مَیِّتٌ فَیَصَّدَّقُوْنَ عَنْہُ بَعْدَ مَوْتِہٖ اِلَّا اَھْدٰی ھَا لَہٗ جِبْرَئِیْلُ عَلٰی طَبَقٍ مِّنْ نُوْرٍ ثُمَّ یَقِفُ عَلٰی شَفِیْرِ الْقَبْرِ فَیَقُوْلُ یَا صَاحِبَ الْقَبْرِ الْعَمِیْقِ ھٰذَا ھَدِیَّۃٌ اَھْدَاھَا اِلَیْکَ اَھْلُکَ فَیَدْخُلُ عَلَیْہِ فَیَفْرَحُ بِھَا وَیَسْتَبْشِرُ وَیَحْزَنُ جِیْرَانُہُ الَّذِیْ لَمْ تُھْدٰی اِلَیْھِمْ بِشَیْءٍ اس گورستان کی مسجد میں جس میں میت مدفون ہے اسلئے بعض لوگ تیجا کرتے ہیں یا خیرات دیتے ہیں کہ روح کو جسد سے ایک خاص تعلق ہوتا ہے جیسے نائم کے جسد کے ساتھ رہتا ہے۔ ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں قَالَ الْعَسْقَلَانِیُّ فِیْ فَتَاوَاہُ اَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ عِلِّیِّیْنَ وَاَرْوَاحُ الْکُفَّارِ فِیْ سِجِّیْنٍ وَلِکُلِّ رُوْحٍ بِجَسَدِھَا اتِّصَالٌ مَعْنَوِیٌّ لَا یُشْبِہُ الْاِتِّصَالَ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا بَلْ اَشْبَہُ شَیْءٍ بِحَالِ النَّائِمِ وَاِنْ کَانَ ھُوَ اَشَدُّ مِنْ حَالِ النَّائِمِ اِتِّصَالًا یعنی حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے فتاوی میں یوں لکھا ہے کہ ارواح مسلمانوں کی علیین میں ہوتی ہیں اور کفار کی سجین میں اور ہر روح کو اپنی جسم کے ساتھ اتصال معنوی ہے اس قسم کا اتصال نہیں ہے جو زندگانی دنیا میں ہوتا ہے بلکہ نہایت مشابہ ہوتا ہے سونے والے کے ساتھ اگرچہ اسکا حال نائم سے بھی درجہ اتصال میں بڑھا ہوا ہوتا ہے غرض ایسی صورت میں روح کو زیادہ ادراک ہوتا ہے یوں تو اولیاء اللہ کے ارواح مقدسہ کو بہت کچھ قوت ہوگی انکا ادراک بہت کچھ بڑھا ہوا ہے انکے لئے قرب و بعد یکساں ہے مرقات میں ہے وَالرُّوْحُ اِذَا کَانَتْ لَطِیْفَۃً تَتَبَعُ

الجسد فی اللطافة فسیر بجسدها حیث شاءت وتمتع بما شاءت وتأوی الی ماشاء الله لها کما وقع لنبینا صلی الله علیه وسلم فی المعراج ولاتباعه من الاولیاء حیث طویت لهم الارض وحصل لهم ابدان متعددة وجدوا فی اماکن مختلفة فی آن واحد والله علی کل شیء قدیر

یعنی روح جسوقت لطیف ہوتی ہے جسم لطافت میں اُسکا تابع ہوتا ہے پھر روح جسم کے ساتھ جہاں چاہتی ہے سیر کرتی ہے اور جس سے چاہتی ہے متمتع ہوتی ہے یہ امر اولیاء اللہ سے دور نہیں ہے ایسی صورت میں کہ زمین انکے لئے پیچیدہ ہوگئی ہے اور انکے لئے ابدان متعددہ حاصل ہوتے ہیں جس سے وہ مکانات مختلفہ میں آنِ احد میں پائی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اگر قبر کے پاس مسجد یا کوئی سایہ دار درخت نہو پھر شامیانہ کھڑا کیا جائے یا ڈیرہ نصب کیا جائے تاکہ پڑھنے والوں کو آرام ملے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ مرقات میں ہے اذا کانت الخیمة لفائدة مثل قعد القراء تحتها فلا یکون منهیة قال ابن الهمام واختلف فی اجلاس القارئین لیقرؤا عند القبر والمختار عدم الکراهیة

دوسرا باب منکرین کی پریشان تقریر میں

جاننا چاہئے کہ سیوم وچہلم وغیرہ کو جو لوگ ناجائز کہتے ہیں وہ کوئی دلیل قابلِ لحاظ پیش نہیں کرسکتے بلکہ انکی اقوال سخت پریشان نظر آتے ہیں جسکا کچھ ٹھکانا نہیں جہاں تک انکی اقوال میری نظر سے گزری ہیں انہیں لکھکر انکا جواب دیتا ہوں **پہلا قول** تقویۃ الایمان و ایضاح کی تطبیق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بعض اگلے نیک لوگوں نے بعضے مباح کام اُس وقت میں کچھ مصلحت سمجھکر کسی فائدہ کے لئے تجویز کیے یہ لوگ اُس فائدہ کے سبب سے اُن کاموں کو کرنے لگے

پھر ہوتے ہوتے خواص و عوام میں وہ کام رائج اور جاری ہو گئے اور عوام کے نزدیک اُس فائدہ کا لحاظ نہ رہا اور وہ کام باقی رہی اور بسبب رواج کے رسم پڑ گئی اور اُسکے کرنیوالے کی تعریف اور نہ کرنیوالے کی مذمت ہونے لگی پھر یہاں تک نوبت پہنچی کہ اگر کوئی شخص اُس سے بہتر طریقہ اُسی کام میں زیادہ فائدہ کا نکالے تو کوئی اُسکو نہ مانے مثلاً اگلے عقلمندوں نے مُردوں کو ثواب پہنچانیکے واسطے کھانا پکا کر خیرات کرنا مقرر کیا تھا اور بموجب مسئلہ کے صدقہ خیرات رشتہ مند محتاجوں کو پہلے دینا چاہئیے سو وہ لوگ رشتہ مند محتاجوں کو وہ خیرات کا کھانا اوّل دیا کرتے تھے پھر ہوتے ہوتے اب یہ نوبت پہنچی کہ اُس کھانے میں اب خیرات اور ثواب کا لحاظ مطلق نہ رہا لوگ صرف رسم و رواج کے سبب کھانا پکا کر رشتہ مندوں میں حصّے مقرر کر کے تقسیم کرتے ہیں اور وہ رشتہ دار اگرچہ غنی دولتمند ہوں مگر کھانیکا حصّہ نہ پہنچے تو شکوہ کریں پھر اگر کوئی خیرات صدقہ کا نام لے تو بعضے غیرت والے رشتہ مند قبول نہ کریں اور وہ کھانا نہ لیں تو اب یہ رسم ٹھہر گئی خیرات صدقہ نہ رہا پھر اگر اب کوئی نقد یا کپڑا خیرات کرے یا اور طرح سے مُردوں کو ثواب پہنچاوے اور رسم کے طور پر کھانا نکرے تو مقدر ہو کہ اگر کچھ بھی نکرے تو اسقدر مطعون نہو فقط ہم اس تقریر کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ بالکل صحیح ہے اموات کیطرف سے جو کھانا کھلایا جاتا ہے وہ ہمیشہ صدقہ سمجھا جاتا ہے مسلمانوں میں فیصدی ایک آدمی بھی ایسا نہوگا جسے یہ معلوم نہو کہ اس کھانے سے مردوں کو ایصالِ ثواب مقصود ہوتا ہے چونکہ خیر القرون سے لوگ عادی ہو رہے ہیں اور اسکا عام رواج ہو رہا ہے اب اسے رسم و رواج خیال کر دیا جو چاہو کہو مگر ہر شخص جانتا ہے کہ اس سے ایصالِ ثواب مقصود ہے فاتحہ کرنیوالے کی تعریف اسوجہ سے نہیں کیجاتی ہے کہ اُسنے بیہودہ رسم کو کیا بلکہ اسوجہ سے تعریف ہوتی ہے کہ اُسنے مُردے کو ثواب پہنچایا اور منکرین کا کہانہ ماننا اور نہ کرنیوالے کی مذمت اسوجہ سے نہیں کرتے کہ اُسنے رسم و رواج کو چھوڑا بلکہ اس خیال سے کہ مردوں کو ثواب سے محروم رکھا اور منکرین کے وہم میں آگیا۔ غنیا کو صدقہ اموات کھانا حرام نہیں ہے چنانچہ اسکا ذکر کیا جائیگا

پھر اگر کوئی غنی کھانا نہ ملنے سے شکایت کرتا ہی تو بیجا نہیں کرتا اگر کوئی غنی صدقہ کے نام سے ناخوش ہوتا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اس سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ صدقہ فرض ہے یا وہ اسی صدقہ فرض خیال کرتا ہے والا صدقہ تطوع کہنے سے تو کوئی ناخوش نہیں ہوتا یا یہ کھانا بطور صدقہ انکی پاس نہیں بھیجا جاتا ہے بلکہ بطور ضیافت کے چنانچہ ضیافت کی نیت کرلی جاتی ہی ایسی صورت میں اغنیا اسی صدقہ کہنے سے چڑتے ہیں عام ضرورتیں ہر ملک کی مختلف ہوتی ہیں عرب میں پانی کی سخت ضرورت ہوتی ہی اسی لئے وہاں پانی کا صدقہ زیادہ جاری ہی اس ملک میں بلحاظ عام ضرورت کے کھانا کھلاتے ہیں پھر اگر کوئی نقد دیوے یا کپڑا خیرات دیوے اور کوئی شخص اسپر جرح کرے تو وہ مورد طعن نہیں ہوسکتا اسکی غایت یہ ہے کہ کھانے میں عام فائدہ ہی جو بدون خاص ضرورت کے نہ دیا گیا اگر نقد کی تعداد قلیل ہے تو وہ اس قابل نہیں کہ فقیر اس سے کچھ خرید کے پیٹ بھرے اگر تعداد کافی ہی تو بخیل بھوکے رہتے ہیں مگر روپیہ جمع کرتے ہیں بلکہ زکوٰۃ بھی نہیں دیتے اگر خواہ مخواہ صرف ہی کرتا ہے تو بعضے فقرا افیون گانجے میں روپے پیسے اڑا دیتے ہیں کپڑے کی ضرورت ہر فقیر کو نہیں ہوتی شلجم سجھتے کہ یہ فقرہ خام طعن کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ ثواب صرف کھانا کھلانے میں ہے نقد یا کپڑا دینے میں نہیں ہے بلکہ غالباً طعن کا منشا یہ ہوتا ہے کہ کھانا کھلانے میں عام فائدہ ہی جب ثواب برابر ہے تو ایسا کام کیوں نہ کیجئے جسمیں عام فائدہ ہو اور تعین ایام میں زیادہ غرض دنیاوی ہے جسکا ذکر نیچے کیا دوسرا امر امہات المسائل میں ہے کہ فاتحہ چہلم کے دن مقرر کرنا یہ خیال کرکے کہ قبل چہلم یا بعد چہلم کھانے کا ثواب مردے کو نہ پہنچے گا یا چہلم کے روز ثواب زیادہ پہنچیگا جائز نہیں اسپر اصرار کبیرہ ہے فقط ہم کہتے ہیں کہ سوم یا چہلم کا دن صدقہ میت کے لئے جو معین کیا گیا ہی اس باب میں کوئی شخص گو وہ عامی کیوں نہو یہ نہیں خیال کرتا کہ اسکے قبل یا بعد مردے کو ثواب نہ پہنچیگا یا خاصۃً انہیں ایام میں زیادہ ثواب پہنچتا ہی یہ تراش خراش من تلقاء نفسہ ہے بلکہ اصل منشا یہ ہے کہ اموات مومنین کو قبر میں سات روز تک اور منافقین کو چالیس دن تک سوال ملائکہ سے امن نہیں رہتا سوا اسکی ضغطۂ قبر و ترک دنیا مع ما فیہا اسپر سخت شاق گزرتا ہی اسلئے

اِن ایّام میں وہ لوگ جسقدر صدقات کے محتاج ہوتے ہیں اُسقدر دوسرے ایام میں محتاج نہیں ہوتے پھر
اِن ایّام میں بہ لحاظ اغراض کے جسکا ذکر اسکے قبل کیا گیا کسی وزر صدقات زیادہ دیتے ہیں اور نفس تعین
تو بدعت نہیں صدقہ عن المیت کُلّی طبعی ہے جسکا وجود بدون افراد کے پایا نہیں جاتا کسی کُلّی کا فرد نہیں
بنتا جبتک کُلّی میں مشخصات سے تخصیص نہو جیسے زمان و مکان و سائر مشخصات جب کُلّی عبادت
ہوئی تو اُسکی جمیع اجزا عبادت ہونگی اسلئے کہ تمام اجزا میں وہ کُلّی پایا جاتا ہے جو فی نفسہ عبادت ہے
ہاں جب کُلّی کے ساتھ ایسی مشخصات ملیں جو فی نفسہ منہی عنہ ہیں تو اُس کُلّی سے وہ مشخصات زائل
ہو جاتی ہیں اور اُن مشخصات کی سبب سے وہ فرد منہی عنہ ہو جاتا ہے ان مشخصات سے وہ کُلّی منہی عنہ
نہیں ہوتا۔ بات یہ ہے کہ جب اصل کسی شئے کی ہر اوقات میں مشروع ہوئی تو وقت معین بھی افراد اوقات
مطلق سے ہوگا اسلئے کہ مطلق جب پایا جاتا ہے افراد میں پایا جاتا ہے یہ بات ظاہر ہے کہ مطلق کا جو فرد پایا جاتا ہے
باعتبار تعین و تشخص خارجی کے مانع تحقق اُس مطلق کا نہیں ہوتا و الّا تحقق مطلق کا فرد میں ممتنع ہوگا
اور یہ باطل ہے اور تعین وقت جو شرعاً ممنوع ہے اُس سے وہ تعین مراد ہے کہ مانع تحقق مطلق کا ایسی معین کے
غیر میں ہے جسکا تعین شارع سے ثابت ہوا مشروع دو قسم پر ہے مقید و مطلق مقید میں اُس قید کی رعایت
ضروری ہے جو شارع سے ثابت ہوئی ہو اُسکا ہرگز بدلنا جائز نہیں مطلق میں رعایت قید و خصوصیت کی
نہیں ہوتی بلکہ مطلق کے ہر فرد میں صلاحیت تحقق مطلق کی ہوتی ہے مثلاً کوئی حکم احکام شرع سے مطلق اوقات
میں مشروع ہو جیسے ایصالِ ثواب عباداتِ مالی و بدنی نفعِ اموات کے لئے پھر اگر روزِ سوم اس لحاظ سے
تعین کیا جائے کہ بسبب قرب ایام وفات ہونے کے بسبب ظلمتِ قبر و ضغطہ قبر و توحش و سوال ملائکہ کے میت زیادہ
تر محتاج ایصالِ ثواب ہیں پس ایسی وقت شرعاً مشروعیت اعمال خیر میں مضائقہ نہیں پایا جاتا تمام
از بسکہ تلاوتِ قرآن مجید ہو یا ہدایہ صدقات یا دونو یا اس قسم کے اور اعمالِ حسنہ اور اگر اس لحاظ سے
روزِ سیوم کی تعیین کیجاوے کہ اسی دن اعمالِ خیر کرنا روا ہے اسکے سوا دوسرے دن جائز نہیں ہے تو یہ نیت

باطل ہی اسلئے کہ اس صورت میں تشریعِ شرعِ جدید و تغیر حدود اللہ لازم آتا ہی جو قطعاً ممنوع ہی اگر اس
خیال سی ہے کہ ثواب اطعام کا دوسرے دن مردونکو نہیں پہنچتا تو یہ غلط ہی ضرور پہنچتا ہی **تیسرا قول**
اطعام اہلِ میت ناجائز ہی ہم کہتے ہیں کہ اسکی تین طریقے ہیں پہلا طریقہ اہل میت کے لئے اپنے گھر کھانا پکوا کر
کھلانا یہ طریقہ مسنون ہے چنانچہ عبد اللہ بن جعفر سے مروی ہے کہ آپنے فرمایا اِصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ
طَعَامًا فَقَدْ اَتَاهُمْ مَا يَشْغَلُهُمْ یعنے آلِ جعفر کے لئے کھانا پکاؤ انپر ایسا حادثہ گزرا ہی
جس سے وہ کھانا نہیں پکا سکتے۔ یہ خطاب اصحاب کیطرف تھا اس حدیث کو احمد نے اپنی مسند میں اور ابو داؤد و ترمذی
و ابنِ ماجہ و حاکم نے عبد اللہ بن جعفر سے روایت کیا ہے یہ حکم کچھ آلِ ابی جعفر کیلئے خاص نہ تھا بلکہ جب جنگ احد
میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کھانا پکوا کر بھیجا دوسرا طریقہ اہل
میت کا اپنی اعزہ سے ایسی لوگوں کو جو دور سے یا قریب سے اس حادثہ میں شریک ہوئے ہوں کھانا کھلانا اس صورت کے
ناجائز ہونے کی کوئی وجہ قوی یا ضعیف نہیں پائی جاتی اعزہ کو اگر کھانا نہ کھلایا جائیگا تو کیا وہ بھوکے مارے جائینگے
تیسرا طریقہ ثواب سمجھ کے بزرگونکی ضیافت کرنی یہ طریقہ بھی ناجائز نہیں ہے۔ ایک انصار کا انتقال ہوگیا تھا
انکے دفن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس شریک تھے بعد دفن کے انکی بی بی نے آپکی اور صحابہ کی جو
آپکے ساتھ تھے دعوت کی چنانچہ یہ حدیث آگے چل کے ذکر کیجائیگی پھر کچھ محل کلام کا نہ رہا اور یہ کہنا کہ
یہ حدیث نہیں یا اوائلِ حال کا یہ قصہ ہی عذرِ گناہ بدتر از گناہ ہے۔ اس قائل سی یہ تو پوچھئے کہ احادیث کی
نسبت اسطرح مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهٖ غیر ثابت یا منسوخ کہنا کب جائز ہے یہ حدیث مشکوٰۃ شریف
میں معجزات کے بیان میں بروایتِ عاصم بن کلیب کو رہے **چوتھا قول** فرش پر کھانا
کھلایا جاتا ہے جو ناجائز ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اگر فرش پر کھانا نہ کھلایا جائے تو پھر کیا گوبر سے زمین لیپ کے کھانا
چنا جائے **پانچواں قول** اہلِ میت کے گھر لوگ جمع ہو کر کھاتے ہیں جو ناجائز ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ
اسمیں قباحت کیا ہی خود سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم و اصحاب رضی اللہ عنہم اہلِ میت کے گھر تشریف لیگئے

تھے حدیث کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ آپ تقریب دعوت بلائے گئے تھے سو آپ نے قبول فرمایا پھر نا جائز کہنا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر ایک قسم کا اعتراض ہے **چھٹا قول** یہ امر مباح ہے جسے لوگ موجب
یا سنت سمجھتے ہیں یہ محض خیال خام ہے مردے کے نفع پہنچانے کے لئے کھانا کھلایا جاتا ہے جیسے اہل استطاعت کھلاتے
ہیں جو لوگ مستطیع نہیں ہیں وہ مجبوری ہی نہیں کھلا سکتے فیصدی دس آدمی شاید ایسے ہونگے جو اچھی طرح طعام
عن المیت کرتے ہیں نہیں تو بیچارے محتاج کیونکر کھانا کھلا سکتے ہیں ننگی کیا نہائیگی کیا نچوڑیگی چادر دیکھکر
آدمی پاؤں پھیلاتا ہے غرض کوئی شخص سے اوجب نہیں خیال کرتا **ساتواں قول** قرن اول میں نہ تھا اسکا
جواب یہ ہے کہ مولوی رشید الدینخانصاحب نے جو مولوی عبدالحی صاحب سے جامع مسجد دہلی میں مناظرہ کیا تھا
اسمیں جہاں بہت سے امور بالمشافہ طے ہوئے یہ مسئلہ بھی طے ہوا بعض اشخاص نے مولوی عبدالحی صاحب سے
پوچھا کہ آپ فاتحہ سیوم کے باب میں کیا فرماتے ہیں مولوی عبدالحی صاحب نے کہا کہ قرن اول میں نہ تھا
اسے نہ کرنا چاہیے مولوی رشید الدینخانصاحب نے اسکے جواب میں فرمایا کہ جب کتب حنفیہ میں تین روز
تک تعزیت جائز لکھی گئی ہے پھر اگر اہل اسلام اس خیال سے کہ صاحب تعزیت کے پاس بار بار آنے سے زیادہ
حرج نہو اور اسکو ہر شخص کی ملاقات کے لئے گھر سے آنا نہ پڑے یا وہ ایک جگہہ قیدیوں کی طرح بیٹھا نہ رہے
یا تین روز کوئی مکان لوگوں کے آنے جانے کے لئے مہیا نہ رکھے اور نیز اس خیال سے کہ تعزیت کرنیوالونکو
حرج نہ ہو اور انکو اہل مصیبت کے برآمد کا انتظار کرنا نہو اور اسی قسم کے مصالح کے خیال سے ان ایام سے
ایکدن تعزیت کے لئے مقرر کیا اور اس روز قرآن کا ختم اور ایصال ثواب روح کو جسکا جواز کتب حنفیہ میں
موجود ہے مقرر کیا پھر اسمیں کیا قباحت ہے جس سے یہ طریقہ ممنوع قرار پایا مولوی عبدالحی نے اسکے جواب میں
کہا کہ ہم مطلقاً فاتحہ سیوم سے منع نہیں کرتے بلکہ ایسے شخص کو اس سے منع کرتے ہیں جو تیسرے دن میں منحصر
خیال کرے اور یہ سمجھے کہ اس روز کا ثواب دوسرے یا چوتھے دن سے زیادہ ہے اسکی امتناع میں کسیطرح کا شبہہ
نہیں اسکی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ رمضان میں ثواب

اعمال کا زیادہ ہوتا ہے پھر اگر کوئی شخص کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فاتحہ بارھویں ربیع الاول کو ثواب میرے نزدیک فاتحہ رمضان سے زیادہ ہے، تو اس قسم کا اعتقاد بد ہے اور جو فعل کہ اس اعتقاد کی وجہ سے پایا جاوے وہ بھی ممنوع ہے۔ مولوی رشید الدین خانصاحب نے اسکی جواب میں فرمایا کہ یہ بات ثابت ہے کہ زیادتی مقدار ثواب کی بلحاظ ایام کے بدون حکم شارع کے معلوم نہیں ہو سکتی پھر اپنی طرف سے بعض ایام کی نسبت جنکی لئے شارع کیطرف سے کوئی تصریح نہیں پائی جاتی یہ خیال کرنا کہ انمیں عمل کا ثواب زیادہ ملتا ہے میرے نزدیک بھی باطل ہے، لیکن اس مقام پر جو کثرتِ ثواب بارہ ربیع الاول میں بہ نسبت ایام رمضان المبارک کے بیان کیا گیا قیاس مع الفارق ہے اسلئے کہ رمضان کا کثرتِ ثواب احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، پھر جو شخص کسی وقت میں بہ نسبت رمضان کے زیادہ ثواب عبادات کا خیال کرے مبتدع ہے فاتحہ سیوم کی یہ کیفیت ہے کہ شارع کیطرف سے کوئی حکم اس طرح کا نہیں ہوا ہے کہ فلاں روز ثواب زیادہ ہے تا کہ اہلِ فاتحہ اگر یہ خیال کریں کہ روز سوم کا ثواب زیادہ ہے تو وہ منافی اس نص کی سمجھا جاوے بلکہ ہر روز کی نسبت ثواب کے مستحق ہونے میں برابر ہے پھر اگر کسی شخص نے برعایتِ مصلحت جزئیہ کے کسی روز کو منجملہ اوقاتِ متماثلہ کے فاتحہ میت کے لئے مقرر کیا تو اسکا فعل اس قسم سے کیونکر متصور ہوگا جیسے کوئی شخص غیر رمضان کی عباداتِ خیرات کو رمضان کی عباداتِ خیرات سے زیادہ سمجھے۔ مولوی عبد الحی نے کہا کہ میرے نزدیک منع فاتحہ سیوم کی وجہ نیت ہے، اگر فاتحہ کرنیوالونکی نیت یہ ہے کہ تیسرے دن ثواب فاتحہ کا بہ نسبت دوسرے ایام کے زیادہ ہوتا ہے تو البتہ یہ صورت منع ہے اگر ایسی نیت نہیں ہوتی تو منع نہیں ہے۔ **آٹھواں قول** رفاہ المسلمین شرح مسائل اربعین میں لکھا ہے دستور ہے کہ مرنے سے تیسرے دن لوگ جمع ہو کر تعزیت کے واسطے میت کے گھر جا کر کلمہ طیبہ و سورۂ اخلاص وغیرہ پڑھکر ثواب بخشتے ہیں اور اہل میت شیرینی وغیرہ اسوقت حضارِ مجلس میں تقسیم کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں اور تیجا اور دسواں اور بیسواں اور چالیسواں وغیرہ مقرر کرنا درست ہے یا نہیں **جواب** تعزیت کرنے کی اصل تو شریعت سے ثابت ہے، جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا لیکن تیسرے دن حافظوں اور قاریوں کو تمام کلام اللہ یا کوئی سورۃ پڑھوانے کو جمع کرنا مکروہ ہے نصاب الاحتساب میں

لکھا ہی کہ قرآن شریف کا بلند آواز سے جماعت کے ساتھ پڑھنا جسکو سپارہ خوانی کہتے ہیں مکروہ ہے **تنبیہ**
اور اکیس (۲۱) وجہیں مکروہ ہونیکی اسمیں لکھی ہیں اس مختصر میں انکا لکھنا بخوف طوالت نامناسب ہے **قولہ** اور تیجا
اور دسواں وغیرہ مقرر کرنا اور ان دنوں میں کھانا پکانا اور قرآن پڑھکر اہل میت سے دعوت لینا مکروہ ہے فتاوی
برازیہ میں لکھا ہے پہلے اور تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد کھانا تیار کرنا اور موسم کے دنوں میں قبر کے پاس کھانا یا
شیرینی لیجانا اور قرآن پڑھکر دعوت لینا اور صالحوں اور قاریوں کو تمام کلام اللہ یا سورہ انعام
یا سورہ اخلاص پڑھوانیکو جمع کرنا مکروہ ہے، اور اہل مصیبت سے ضیافت لینا بھی مکروہ ہے اسلئے کہ ضیافت لینا
شادی میں چاہئے غمی میں نہیں چاہئے کہ بدعت قبیحہ ہی اسطرح مستملی شرح منیتہ المصلی اور فتح القدیر میں لکھا ہی کہ
اہل مصیبت سے ضیافت لینا بدعت قبیحہ ہے کیونکہ یہ بات شادیوں میں مشروع ہی نہ کہ ماتموں میں اور
نوادر الفتاوی میں آیا ہی کہ جو کھانا مردے کیواسطے تیسرے دن یا ساتویں دن یا چہلم کو یا برسی کو تیار کریں
وہ کھانا علماء و فضلا کو کھانا مکروہ ہے پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مردہ کا کھانا دل کو مردہ کرتا ہے
اور مریض کا کھانا دل کو مریض کرتا ہے اور نوادر الہشام میں لکھا ہے کہ جو کھانا مردونکی روح کیواسطے تیار کیا ہو
اسکا قبول کرنا مکروہ ہے اور یہی مضمون فتاوی قاضیخان میں بلکہ سب معتبر فتاووں میں غرب سے شرق تک
مندرج اور مملو ہے لیکن بالتخصیص اور بلاتعیین ان دنوں کے اور کسی اور دن کے جب چاہیے تب مردہ کیطرف سے
کھانا پکا کر محتاجوں اور مسکینوں کو دینا بہت خوب ہے چنانچہ برازنے کہا ہی کہ اگر کھانا محتاجوں کے واسطے
تیار کیا جاوے تو بہتر ہے اور جامع البرکات میں مذکور ہے کہ جو کھانا مردونکی طرف سے محتاجوں پر تصدق
کرنیکو پکاویں کہ ثواب اسکا مردونکو پہنچے وہ کھانا سوائے محتاجوں اور فقیروں کے کسی اور کو کھانا درست
نہیں کیونکہ تصدق تو فقیروں ہی پر ہوتا ہے۔ اور غنیا کیواسطے ہدیہ مقرر ہے اور یہ جو اس ملک میں رسم ہے کہ
طعام وغیرہ سامنے رکھکر دونو ہاتھ اٹھا کر سورہ اخلاص وغیرہ بطور رواج اس دیار کے پڑھتے ہیں سو یہ
طریقہ اور دستور علماء سلف سے منقول نہیں بلکہ حرمین شریفین میں آجتک کوئی اہل فضل و کمال جو آنحضرت کے

عہدِ شریف سے اب تک سُنی یا پڑھی اور پڑھتے آئے ہیں طعام یا شیرینی پر کھا چکنے سے پہلے ہی فاتحہ مروجہ مذکورہ
کے طریق سے واقف بھی نہیں مگر جو لوگ ہندوستان کے حرمین شریفین کی زیارت کو جا کر وہاں رہ گئے ہیں اور اقامت
اور بود و باش وہاں کی اختیار کی ہے وہ البتہ ہندوستان کی رسم و عادات کے موافق اپنے گھروں میں مرتکب اس
امر کے ہوتے ہیں سو انکا کچھہ اعتبار نہیں بلکہ وہاں کی علماء ہندوستانیوں کی ان حرکات پر خبردار ہو کر انکو زجر و توبیخ
کرتے ہیں اور جامع البرکات میں منقول ہے کہ طریق علماء سلف کا یوں تھا کہ کھانے کے بعد اہلِ ضیافت کیواسطے
دعاء مغفرت کی کرتے تھے اور شرعۃ الاسلام میں لکھا ہے کہ مہمان کو چاہیے کہ کھانا کھا کر صاحبِ طعام کو اسطرح
دعا دے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهٗ وَيَسِّرْ لَهٗ اَنْ يَّفْعَلَ خَيْرًا مِّنْهُ وَقَنِّعْهُ بِمَا
اَعْطَيْتَهٗ وَاغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَجَعَلَنَا وَاِيَّاهُ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ اور یہ بھی اس کتاب میں ہے کہ کھانے سے
پہلے بسم اللہ کہے اور بعد فراغت کے قل ہو اللہ احد پڑھے اور جو پہلے بسم اللہ کہنا بھول جاوے تو جب یاد آوے تب
کہے اور جو بعد کھانے کے یاد آوے تو یوں کہے بسم اللہ اوّلہ و آخرہ اور جو کچھہ کہ علماء سلف سے بروجہ عبادت منقول
نہیں اسکو عمل میں لانا بدعت ہے اور جو بدعت ہے سو گمراہی ہے تنبیہ کھانے کے آداب سے ہے کہ جسوقت کھانا
سامنے رکھا جاوے تو بسم اللہ کہکر جلد کھانا کھانے میں مشغول ہو جاوے توقف وہاں نہیں چاہیے تک کہ کھانا حاضر
ہوا اور اتفاقًا اودھر نماز کیواسطے تکبیر اقامت شروع ہو تو یہ لوگ کھانا کھاویں اور اپنی نماز تنہا کریں
مشکوٰۃ شریف میں حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کہا انہوں نے سنا میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوے لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ یعنی جب کھانا موجود ہو تو
نماز کو توقف کیا جاوے انتہی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسولِ خدا نے فرمایا کہ جسوقت تم میں سے
کسی کے سامنے کھانا رکھا جاوے اور نماز کیواسطے تکبیر شروع ہو جاوے تو وہ شخص پہلے کھانا شروع کردے تا کہ کھانے سے
فراغت ہو اور نماز بعد فراغت کے ادا کرے اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی عادت تھی کہ اگر کھانا انکے
سامنے رکھا جاتا اور اودھر اتفاقًا نماز کے واسطے تکبیر شروع ہوتی تو جب تک کہ کھانے سے فراغت نہ ہوتی

نماز کو نہ آتے اور امام کی قراءت کو سُنتے رہتے اور فتاویٰ بزازیہ میں اور فتاویٰ تاتارخانی میں لکھا ہے کہ
کچھ کھانا یا روٹی سامنے آوے تو کھانا شروع کر دے اور سالن کا انتظار نہ کرے انتہیٰ۔ اب جاننا چاہئے کہ اس
ملک ہندوستان میں رواج ہے کہ جب کبھی کسیکو کسی بزرگ یا کسی اور میت کے واسطے شیرینی کا یا کھانے وغیرہ کا
ثواب پہنچانا منظور رہتا ہے تو پہلے اکثر پیروں کو اور اکثر اپنی برادری کے لوگوں کو بلا کر وہ کھانا اور شیرینی وغیرہ
انکے روبرو رکھدیتے ہیں پھر گھڑی دو گھڑی تک یا کم و بیش اُس کھانے اور شیرینی پر فاتحہ مصطلحہ مروجہ
اس ملک کے پڑھتے ہیں بعد اسکے وہ کھانا وغیرہ اُن لوگوں کو کھلاتے ہیں یعنی جب تک کہ فاتحہ مذکورہ
بتمامہا عمل میں نہ آوے اسوقت تک وہ کھانا اور شیرینی وغیرہ کسی کو دینا اور کھلانا یا اسمیں کسی طرح پر تصرف
کرنا روا نہیں جانتے اور یہ بات اور عادت اوپر حدیثوں اور روایتوں کے صریح خلاف ہے مناسب ہے کہ
جو کھانا کسی کے ثواب پہنچانے کے لئے پکاویں تو فقیروں اور محتاجوں کو کھلا کر پھر ثواب اسکا مُردہ کی روح کو بخشدیں
اور چاہیں تو الحمد و قل ہو اللہ وغیرہ پڑھکر اُس کھانا کھلائے ہوے کا اور اِن سورتوں وغیرہ سب کا
ثواب اکٹھا بخشدیں راہِ نجات میں لکھا ہے کہ جس کسیکو ثواب پہنچانا منظور ہو کھانا یا کچھ محتاجوں کو
دیکر ثواب اسکا مُردہ کی روح کو بخشدیں زیادہ بکھیڑا بیوقوفی ہے فقط راقم الحروف کہتا ہے کہ نصاب
الاحتساب و بزازیہ و شرح منیۃ المصلی اور فتح القدیر وغیرہ کی عبارت کا حال متعاقب معلوم ہوگا
نوادر الفتاویٰ کی عبارت جو لکھی گئی مجھے اسکا مطلب کچھہ معلوم نہیں ہوتا مُردے کا کھانا اگر دل کو مُردہ
کرتا ہے تو علماء و فضلاء کی کیا خصوصیت ہے کسیکو کھانا نہ چاہئے سوا اسکے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
خود دعوت قبول کی اور صحابہ نے مُردے کا کھانا کھایا چنانچہ سابقاً لکھا گیا تو پھر کیونکر یہہ بات تسلیم
ہو سکتی ہے کہ عموماً مُردے کا کھانا دل کو مُردہ کرتا ہے۔ نوادر الہشام کی عبارت جو لکھی گئی وہ بھی عجیب
غریب ہے جو کھانا مُردونکی روح کیواسطے تیار کیا گیا ہو اسکی نسبت یہہ نہیں معلوم ہوتا کہ کسکو قبول کرنا مکروہ ہے
اور اسکی وجہ کیا ہے عموماً فتاویٰ کی نسبت جو یہ دعویٰ کیا گیا کہ سب میں یہی لکھا ہے کچھہ قلت

تتبع پر دال ہے چنانچہ متعاقب معلوم ہوگا تخصیص و تعیین کو کچھ دخل نہیں یہ لغو ڈھکوسلے ہیں
جب چاہیں اور جس دن چاہیں عام ازینکہ تخصیص و تعیین کسی مصلحت سے کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو مُردے
کی روح کے ثواب کے لئے کھلا سکتے ہیں اور وہ ثواب پہنچ سکتا ہے جامع البرکات کی عبارت جو لکھی
گئی وہ بالکل ٹھیک ہے مگر جو کھانا مُردوں کی طرف سے اس طور پر پکایا جاکہ فقیر و غنیا دونو کو کھلایا جائیگا
تو دونو قسم کے اشخاص و افراد کو اسکا کھانا درست ہے اور اسکا ثواب دونکو پہنچتا ہے قاضی الاسلام مولوی
صبغۃ اللہ مدراسی رسالہ گلزار ہدایت میں لکھتے ہیں مولوی اسحاق دہلوی نے نقل کیا ہے کہ شیخ عبد الحق دہلوی
نے کتاب جامع البرکات میں لکھا ہے میت کی طرف سے کھانا فقرا پر تصدق کرنیکی نیت سے جو پکاتے
ہیں تاکہ اسکا ثواب میت کو پہنچے اسکو فقیر کے سوا دوسرے کو کھانا روا نہیں کیونکہ تصدق فقرا پر ہی ہوتا ہے
اور غنیا کے لئے ہدیہ ہے اور مسلمانونکی ضیافت کی نیت سے جو پکاتے ہیں اسکو سب لوگونکو غنی ہوں یا فقیر کھانا
درست ہے چنانچہ عرسوں میں مشائخ کے جو اس ملک میں مشہور ہیں علی العموم فقرا و غنیا کو کھلانے کیواسطے ہوتا ہے
لیکن فقرا و محتاج جو کھاتے ہیں انہیں زیادہ ثواب ہوگا اور جو غیر فقیر نے کھایا تو موجب عقاب کا نہیں ہو سکتا
مگر ظالم کو جو کھلائے گا اسمیں گناہ ہے کیونکہ اُس کھانیسے اُسکی بدن میں قوت آئیگی اور لوگوں پر ظلم کریگا
انتہی شیخ نے جو کہا کہ جو غیر فقیر نے کھایا تو موجب عقاب کا نہیں اس عبارت سے ظاہری معلوم ہوتا ہے کہ اگر
غنیا کو کھلاویں یا انکو بطریق ہدیہ کے بھیجیں تو اسمیں کچھ ثواب نہیں لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ غنیا کو بھی جو
کھلاتے ہیں وہ مکارم اخلاق اور امر معروف سے ہے اُس پر بھی ثواب مترتب ہے اگرچہ فقیر کے کھلانیکے
ثواب سے کم ہو صحیح حدیث میں آیا ہے کُلُّ معروفٍ صدقۃٌ یعنی جو معروف ہو صدقہ ہے یعنی
معروف کام کرنے سے صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور شیخ نے جو یہ کہا کہ اگر فقیر کو کھلانیکی نیت سے
پکاوے تو دوسرے کو کھانا جائز نہیں یہ مذہب حنفیہ کا ہے شافعیہ کے یہاں جو حکم ہے ہم اسے سابقاً لکھ چکے ہیں
معلوم کیجئے کہ فقہاء شافعیہ لکھتے ہیں کہ میت پہ نوحہ اور ندبہ کرنیوالوں کے لئے کھانا تیار کرنا اور انکو

کھلانا حرام ہی اسلئے کہ اُس سے گناہ کی اعانت ہوتی ہی اور میت کے لوگوں کو کھانا پکا کے لوگونکی دعوت کرنا بدعت اور مکروہ ہی اور اُس کھانیکی دعوت قبول کرنا بھی مکروہ ہی امام احمد اور ابن ماجہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح روایت کیا ہی کہ جابر نے کہا کہ میت کے دفن کے بعد لوگونکا اُسکی قرابتوں کے پاس جمع ہونا اور اہلِ قرابت کا اُنکے لیے کھانا تیار کرنا اسکو ہم نوحہ میں شمار کرتے تھے اس حدیث سے اسکی کراہت معلوم ہوئی اسکو نوحہ میں شمار کرنا اسلیئے ہے کہ اسمیں غم کے کام پر اہتمام پایا جاتا ہے سوم دہم وغیرہ میں جو کھانا پکاتے ہیں وہ بھی بدعت ہے اُسکی کراہت کا حکم کتب میں فقہ شافعی کے نظر نہ آیا دلیل جو لکھی غم کے کام پر اہتمام کرنا مکروہ ہے اُس سے اسکی کراہت بھی معلوم ہوتی ہی حنفیہ سے بزازی نے اپنی فتاوی میں لکھا ہی کہ کھانا پکانا مرنے کے دن یا سوم کو یا ہفتے کے بعد اور عیدوں میں مکروہ ہے مولوی اسحاق نے جامع البرکات سے نقل کیا ہے کہ مرنے کے بعد جو سالانے کو یا چھ مہینونکو یا چہلم کو اِس ملک میں کھانا پکاتے ہیں اور بھائی آشنا کے گھر بہ گھر بھیجتے ہیں اور اُسکو بھاجی کہتے ہیں اسکا اعتبار نہیں بہتر یہ ہے کہ نہ کھاوے انتہی اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ میت کے لوگونکو ضیافت کا کھانا پکانا مکروہ ہے کیونکہ ضیافت شرع میں خوشی کے کام پر آئی ہی نہ غم کے وقت اور وہ بدعت قبیح ہی انتہی معلوم کیجئے کہ میت کی زیارت کے واسطے سوم و دہم وغیرہ میں لوگونکا جمع ہونا بدعت ہے ابن حجر مکی نے تحفہ میں لکھا ہی دفن کے بعد قبر کے پاس قرآن کا پڑھنا اور میت کے لئے دعا کرنیکے واسطے جایا کرنا سنت ہے لیکن لوگ جو جمع ہوا کرتے ہیں وہ بدعت ہی اور اِس جمع ہونے میں بعضی بدعت حسنہ ہی انتہی اس سے معلوم ہوا کہ اگر جمع ہو کے قرآن وغیرہ پڑھیں اور کوئی منکر کام نہ کریں تو وہ بدعت ہے لیکن قبیح نہیں انتہی - فاتحہ مروجہ کے باب میں جو کچھ لکھا گیا محض طول و فضول ہے اصل یہ ہے کہ ایصال ثواب کی دو صورتیں ہیں بدنی و مالی اور یہ دونو صورتیں جائز ہیں چنانچہ اسکا بیان کیا جاویگا - فاتحہ مروجہ ہند ان دونو صورتونکا جامع ہے پھر کسطرح سے ناجائز نہیں ہو سکتا آداب طعام کے بھی کچھ منافی نہیں ہے جو لوگ فاتحہ کا کھانا کھلاتے ہیں اُسکی

صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ فاتحہ کرکے کھانا کھلاتے ہیں دوسری صورت یہ ہی کہ جب کھانا سامنے
رکھا گیا اسپر فاتحہ پڑھا گیا پھر میزبان نے مہمان کو اجازت دی انہی بسم اللہ کہکے ہاتھ بڑھایا یہی صورت
مبحوث عنہا ہے جو آداب طعام کے منافی نہیں ہے یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کہ جب کھانا سامنے رکھا جائے تو
میزبان کی اجازت کا انتظار نہ کیا جائے اور حطیوں کیطرح سے گر گر کھانا چاہیے ادھر روٹی آئی تو
بلا انتظار شوربے کے اسی حیٹ کر گئے جب شوربا آیا اسے اٹھا کر پی گئے اگر پہلے فرنی رکھی گئی اسکو چاٹ گئے
صراط المستقیم میں نہایت دھوم دھام سے یہ مسئلہ لکھا گیا ہی اسکی یہ عبارت ہے - بر ہمیں قیاس باید کرد سائر عبادات
را پس ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود و ثواب آں بروح کسی از گزشتگاں برساند و طریق رسانیدن
آں دعائی خیر بجناب الٰہی ست پس این خود البتہ بہتر و مستحسن ست و اگر آں کس کہ ثواب بروحش میرساند از
اہل حقوق اوست بمقدار حقوق خوبی رسانیدن این ثواب زیادہ تر خواہد شد پس خوبی این قدر
امراز امور مرسومہ فاتحہ ہا و عراس و نذر و نیاز اموات شک و شبہہ نیست - دوسرے مقام پر ہے
نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ این معنی بہتر و افضل غرض
آنست کہ مقید برسم نباید شد بے تعیین تاریخ و روز و جنس و قسم طعام ہر وقت و ہر قدر کہ موجب اجر
جزیل بود عمل آرد و ہر گاہ ایصال نفعے بمیت منظور دارد و موقوف بر اطعام نہ گزارد اگر میسر باشد
بہتر ست و الا صرف ثواب سورہ فاتحہ و اخلاص بہترین ثواب ہاست - دیکھو مولوی اسمٰعیل دہلوی
فاتحہ مرسومہ کا جواز لکھتے ہیں رفاہ المسلمین میں ہے **پینتیسواں سوال** دستور ہے کہ حافظوں
کو نوکر رکھکر میت کی قبر پر مقرر کرتے ہیں کہ وہاں بیٹھکر کلام اللہ پڑھا کریں اور اسکا ثواب میت کو
بخشیں یہ طور جائز ہے یا نہیں **جواب** اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور روایتیں مختلف اس باب
میں منقول ہیں فقہ کے بعض کتاب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حافظوں کو قرآن پڑھنے کیواسطے قبر کے پاس
بٹھانا مکروہ ہے چنانچہ خزانۃ الروایات میں فتاویٰ شاہان سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسیکو

اسواسطے نوکر رکھنے کہ قبر کے پاس بیٹھکر کلام اللہ پڑھا کرے تو اُس پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچے نہ اُس
پڑھنے والیکو ملے انتہی۔ اور نصاب الاحتساب میں لکھا ہی کہ قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنے کو قاری
مقرر کرنا بدعت ہے اور اُسکی عوض میں قاری کو کچھہ دینا بیمعنی بات ہے اور یہ کام کسینے خلفا اور صحابہ
میں نہیں کیا اور دُرمختار سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کے پاس قاری بٹھانا مکروہ نہیں بلکہ یہی مذہب مختار ہے
اب جاننا چاہئے کہ قاعدہ اصولِ فقہ کا یوں مقرر ہوا ہے کہ اختلاف کی صورت میں احتیاط پر عمل کریں تو
اب اس صورت میں بھی احتیاط کے لحاظ سے حافظ و قاری قبر کے پاس نہ بٹھانا اولی ہی۔ اور مجالس الوعظیہ
میں خوب لکھا ہی کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں کلام اللہ پڑھکر کہے کہ یا الٰہی مینے اپنی اس پڑھنے کا ثواب فلانے
بزرگ کو یا فلانے اہلِ قبر کو بخشا سو تو اُسکا ثواب بغیر بدلے اُسکو پہنچاوے تو مقرر اُنکو وہ ثواب پہنچتا ہے
اسواسطے کہ یہ دعا ثواب پہنچانیکے واسطے ہوئی اور دعا بلا اختلاف پہنچتی ہی پس قبر کے پاس بیٹھکے کلام اللہ
پڑھنا کیا حاجت ہے **تنبیہ** مائۃ مسائل میں لکھا ہی کہ فقہا کا یوں مقرر ہے کہ اُجرت دینا لینا
طاعت و بندگی میں جائز نہیں اور دو ختم یا چار ختم کے عوض میں ایک روپیہ یا دو روپیہ مثلاً مقرر کر دینا
صریح اُجرت ہوئی اور جو پہلے سے اُجرت مقرر نہیں کی اور بعد ختم کے کچھہ دیا تو یہ دینا بہ اُجرت ہوا اور
حدیث شریف سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پڑھکر اُسکی عوض کچھہ نہ کھاوے نہ لیوے خواہ مقرر کیا ہو
یا نہ کیا ہو چنانچہ شرح وقایہ میں لکھا ہی کہ ہمارے نزدیک اصل اور قاعدہ یوں ٹھہر رہا ہی کہ بندگی اور گناہ
کے کام پر اجارہ کرنا جائز نہیں اور مشکوٰۃ شریف میں بریدہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جو شخص کلام اللہ پڑھکر اُسکو دنیا کمانیکا وسیلہ مقرر کرے تو وہ شخص قیامت کے روز محشر میں
اس شکل سے آویگا مُنہ اُسکا صرف ایک استخوان کا ہوگا جسپر کچھہ گوشت نہ ہوگا۔ پس اس حدیث کی عبید سے
معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھکر یا پڑھوا کر اُجرت لینا دینا اور کھانا کھلانا گناہ کبیرہ ہے انتہی۔ اب
اس مقام میں ایک بات بڑی **فائدہ** کی ضرور جانکر لکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب

سرہ العزیز نے تفسیر فتح العزیز میں زیر تفسیر آیۂ کریمہ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا کے لکھا ہے کہ اس آیت سے اور ان حدیثوں سے جو اس آیت کی تفسیر و معنی میں وارد ہیں علما نے استنباط و ثابت کیا ہے کہ مزدوری اور اجرت علم دین کے پڑھانے اور لکھانے پر لینا حرام ہے کیونکہ پڑھانا اور سکھلانا علم دین کا فرض ہے لیکن اگر کوئی شخص کسیکے گھر جاکر قطع مسافت کرکر کسیکو علم دین کا پڑھاوے یا لڑکوں کو صبح سے شام تک یا کم سوائے علم دین کے تعلیم کیواسطے قید میں رکھے یا کسی مدرسہ میں تعلیم کیواسطے مقید ہوکر بیٹھے تو بیشک ہے کہ کچھ اجرت لینا اس قطع مسافت وغیرہ کی عوض میں ہے نہ مقابل تعلیم علم دین کے اور جو علمائے متاخرین نے تعلیم قرآن مجید پر اجرت لینا جائز رکھا ہے وہ یہی صورت ہے اور مراد اس سے یہی تعلیم ہے اور جو کوئی شخص کسیکے پاس آکر کہے کہ فلانی آیت مجکو سکھاوو پھر وہ اس سے مزدوری طلب کرے تو سو یہ اجرت باتفاق علمائے متقدمین و متاخرین حرام ہی انتہی محصلہ۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ ضرور نہیں ہے کہ جو لوگ قرآن پڑھتے ہیں وہ اجرت ٹھہرا لیتے ہیں یا انکو بطور اجرت کے کچھ دیا جاتا ہے شاید کہیں ایسا بھی ہوتا ہو چونکہ اجرت کے جواز کا معاملہ صاف ہو گیا اسلئے مجھے زیادہ ضرورت تحریر کی نہیں آخر جو شخص قبر پر آکر بالالتزام قرآن شریف پڑھتا ہے آنے میں اور بیٹھکر پڑھنے میں اُسکا وقت صرف ہوتا ہے اگر اس وقت کو وہ کسی دوسرے کام میں صرف کرتا تو اسکو کچھ نہ کچھ اجرت ملتی ایسی صورت میں اسکو جو کچھ اجرت دیجاتی ہی اس وقت صرف کرنیکی دیجاتی ہے درمختار کی عبارت بھی جو لکھی گئی وہ ہمارے مدعا کے نہایت مفید ہے اصول کا قاعدہ جو لکھا گیا گو بے اصول ہے مگر وہ بھی ہمارے مدعا کو مفید ہے اختلاف کی صورت میں جب اختیار پر عمل ہوتا ہے تو پھر سب مختار ہی کو کرنا چاہئے۔ اب نفس مسئلہ کی تحقیق کیا چاہتا ہوں۔ سلف صالح کا طریقہ ہمیشہ سے یوں ہی جاری ہے کہ ائمہ علما سے جب کوئی شخص مرتا ہے قبر پر حفاظ کو مقرر کرتے ہیں تاکہ قرآن پڑھیں۔ علامہ سیوطی رسالہ طلوع الثریا باظہار ما کان خفیا میں لکھتے ہیں رَأَیْتُ فِی التَّوَارِیْخِ کَثِیْرًا فِیْ تَرَاجِمِ الْاَئِمَّةِ یَقُوْلُوْنَ وَاَقَامَ النَّاسُ عَلٰی قَبْرِهٖ سَبْعَةَ اَیَّامٍ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ قَالَ

الحافظ الكبير ابو القاسم بن عساكر في كتابه المسمى تبيين كذب المفتري
فيما نسب الى الامام ابي الحسن الاشعري سمعت الشيخ الفقيه ابا الفتح نصر
الله بن محمد بن عبد القوي المصيصي يقول توفي الشيخ نصر بن ابراهيم المقدسي
في يوم الثلثاء التاسع من المحرم سنة تسعين واربع مائة بدمشق واقمنا على قبره
سبع ليال نقرء كل ليلة عشرين ختمة یعنی بیچ اکثر تواریخ میں ائمہ کے بیان میں لکھا ہے کہ لوگ
سات دن تک قبر پر قرآن شریف پڑھتے رہتے تھے حافظ کبیر ابو القاسم بن عساکر نے اپنی کتاب
تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الامام ابو الحسن الاشعری میں لکھا ہے کہ میں نے شیخ ثقہ ابو الفتح نصر اللہ
بن محمد عبد القوی مصیصی سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ شیخ نصر بن ابراہیم مقدسی منگل کے روز محرم ۴۹۰ھ
کی نویں تاریخ کو دمشق میں مر گئے ہم لوگ انکی قبر پر سات دن ٹھہرے رہے اور ہر رات بیس ختم قرآن
ہوتے تھے انصار کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی قضا کرتا انصار انکی قبر پر جمع ہوتے اور بہیئت اجتماع قرآن
پڑھتے شرح الصدور میں ہے اخرج الخلال عن سفیان قال کان الانصار اذا مات لهم
الميت اختلفوا الى قبره ويقرؤن القران مرقات میں ہے کہ شافعی اور اصحاب شافعی قبر پر قرآن کا
پڑھنا ختم کرنا مستحب سمجھتے ہیں روایت بیہقی و ابو داؤد کی بھی اسکی مؤید ہے وذكر في الاذكار عن
الشافعي واصحابه انه يستحب ان يقرء عنده شيء من القران قالوا وان
ختموا القران كله كان حسنا وفي سنن البيهقي ان ابن عمر يستحب ان يقرءا
على القبر بعد الدفن اول سورة البقرة وخاتمتها قاله الطيبي
وفي رواية يقرء اول البقرة عند راس الميت وخاتمتها عند رجله
رواه ابو داؤد یعنی اذکار میں شافعی اور انکے اصحاب سے مذکور ہے کہ مستحب ہے کہ قبر کے پاس
کچھ قرآن پڑھا جاوے ان لوگوں نے کہا کہ اگر پورا قرآن پڑھا جاوے تو بہتر ہوگا سنن بیہقی میں ہے کہ

ابن عمر اس امر کو مستحب خیال کرتے تھے کہ قبر پر بعد دفن کے اول سورۂ بقرہ اور اسکا اخیر پڑھا جاوے طیبی نے بھی لکھا ہے اور ایک روایت میں ہے اول بقرہ میت کے سرہانے پڑھا جاوے اخیر بقرہ اسکی پاؤں کے پاس اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ عینی حاشیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں وَلَا بَأْسَ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عِنْدَ الْقُبُوْرِ یعنی قبور کے پاس قرآن پڑھنا مضائقہ نہیں اکثر علما نے جریدہ رطبہ کی حدیث سے اس مسئلہ کا استنباط کیا ہے مرقات میں ہے وَاسْتَحَبَّ الْعُلَمَاءُ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عِنْدَ الْقَبْرِ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ اِذْ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ اَوْلٰى بِالتَّخْفِيْفِ مِنْ تَسْبِيْحِ الْجَرِيْدِ ۴

یعنی مستحب سمجھا ہے علما نے قرآن کا پڑھنا قبر کے پاس اس حدیث سے اسلئے کہ تلاوتِ قرآن تخفیفِ عذاب میں اولی ہے تسبیح جرید سے برسی جسے عرس کہتے ہیں اسکا جواز نہایت صاف طور پر ہے مجموعۂ فتاوی مولانا شاہ عبد العزیز صاحب میں ہے۔ رفتن بر قبور بعد سالے یک روز معین کردہ سہ صورت ست اول آنکہ یک روز معین نمودہ یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئت اجماعیہ مردمان کثیر بر قبور محض بنا بر زیارت و استغفار بروند اینقدر از روے روایات ثابت ست و در تفسیر دُرِّ منثور نقل نمودہ کہ ہر سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر مقابر بیرون رفتند و دعا برائے مغفرتِ اہل قبور می نمودند اینقدر ثابت و مستحب ست دوم آنکہ بہیئتِ اجماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ کنند و فاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیانِ حاضران نمایند این قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نبود اگر کسے این طور بکند باک نیست زیرا کہ درین قسم قبح نیست بلکہ فائدہ احیاء و اموات حاصل میشود سوم طور جمع شدن بر قبور این ست کہ مردماں یک روز معین نمودہ و لباسہائے نفیس و فاخر پوشیدہ مثل روز عید شادماں شدہ بر قبرہا جمع می شوند و رقص و مزامیر و دیگر بدعاتِ ممنوعہ مثل سجود برائے قبور و طواف گرد قبور می نمایند این قسم حرام و ممنوع است بلکہ بعض بحد کفر میرسد و ہمین ست محل این ہر دو حدیث وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا چنانچہ در مشکوٰۃ شریف موجود ست اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ

ایں ہم در مشکوٰۃ است مولانا محمد عمر مولوی عبدالحکیم پنجابی کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں — آرے

زیارت و تبرک قبور صالحین و امداد ایشاں بہ اہدائے ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی

امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعیین روز عرس برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد

از دار العمل بدار الثواب والا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح و نجات است و خلف را لازم است

سلف خود را بایں نوع بر و احسان نماید در در منثور سیوطی مرقوم است وَأَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَ

ابْنُ مَرْدُوْيَه عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَانَ يَأْتِيْ أُحُدًا كُلَّ عَامٍ فَإِذَا تَفَوَّهَ الشِّعْبَ سَلَّمَ عَلٰى قُبُوْرِ الشُّهَدَاءِ فَقَالَ سَلَامٌ

عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ وَأَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ

قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ حَوْلٍ

فَيَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ

وَعُثْمَانُ وَفِي التَّفْسِيْرِ الْكَبِيْرِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَنَّهُ كَانَ يَأْتِيْ قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ رَأْسَ كُلِّ حَوْلٍ فَيَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ

فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ وَالْخُلَفَاءُ الْأَرْبَعَةُ هٰكَذَا يَفْعَلُوْنَ انتہى مولوی اسحاق مائۃ مسائل میں مولانا

کی تقریر کا جواب یوں لکھتے ہیں و بعضے مردم کہ بجواز اعراس دلیل می آرند کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم ہر سال برائے زیارت قبور شہداء رفتہ اند کہ یَأْتِيْ قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ حَوْلٍ

پس جوابش ایں است کہ اول ایں حدیث از صحاح نیست کہ محل سخن باشد بلکہ از آں کتب است کہ در آں

تحت حدیث ہر قسم صحیح و حسن و ضعیف بلکہ موضوع ہم یافتہ میشود كَمَا نَقَلَ السُّيُوْطِيُّ عَنِ ابْنِ جَرِيْرٍ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ

عَلٰى رَأْسِ حَوْلٍ فَيَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ انتہی در کتاب

ابن جریر احادیث ہر قسم موجود اند معہذا نزد محدثین این حدیث متصل الاسناد مرفوع ہم نیست پس نزد ایشان صحیح نباشد وقتیکہ یقین بر صحت آن نشد در مقام استدلال بر جواز شئے وعدم آن آورد نشاید زیرا کہ صحت حدیث در استدلال ضرور ست و بر تقدیر صحت حدیث این حدیث مجمل ست بایں وجہ
یَأْتِیْ قُبُوْرَ الشُّھَدَاءِ عَلٰی رَاسِ کُلِّ حَوْلٍ دو معنی دارد عَلٰی رَاسِ حَوْلٍ مِنْ اَوَّلِ السَّنَۃِ اَیْ اَوَّلِ الْمُحَرَّمِ اَوْ یَاْتِیْ عَلٰی رَاسِ حَوْلٍ مِنْ سَنَۃِ مَوْتِ صَاحِبِ الْقَبْرِ وقاعدہ اصول فقہ ست کہ عمل نمودن بحدیث مجمل جائز نیست تا وقتیکہ از طرف مجمل بیان نیاید اگر از طرف مجمل یعنی از پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم بیان آید آنوقت عمل بحدیث مجمل جائز میشود والا لا۔ و بر تقدیر یکہ مجمل ہم نباشد بلکہ مبین باشد چنانکہ معاصران ما می فہمند پس جواب آن میگویم کہ این حدیث معارض ست بحدیث لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا اَیْ لَا تَجْتَمِعُوْا عِنْدَ قَبْرِیْ کَاجْتِمَاعِکُمْ لِلْعِیْدِ فَافْھَمْ وَلَا تَتَکَلَّمْ در اصل این ست کہ مدلول حدیث ہمین قدر ست کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائی زیارت قبور شہداء احد تشریف میبردند پس دلالت حدیث فقط بر زیارت قبور شد و آن را کسی منع نمی کند و عرس کہ دون آن امر زائد ست کسی کہ فقط در ہر ہفتہ یا در ہر ماہ یا بعد مدتی برائی زیارت قبور رفتہ باشد آنرا ہرگز عرس نخواہند گفت و حقیقت عرس کہ رواج دارد این ست کہ روز معین معہود مرد مان جمع شوند و لباس فاخرہ بپوشند و مقام قبر یا جائی دیگر در رنگ سازند و چیزے از اختراعات خود و بدعات مثل رقص و ضرب آلات لہو وغیرہ عمل آرند آنرا عرس خواہند گفت انتہی ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحاح ستہ میں پائی گئی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ضعیف یا موضوع ہو احادیث صحاح کا انحصار صحاح ستہ پر نہیں ہے۔ قاضی الاسلام علامہ صبغۃ اللہ مدراسی گلزار ہدایت میں لکھتے ہیں بعض نے واقدی سے روایت کیا ہے قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَزُوْرُ الشُّھَدَاءَ بِاُحُدٍ فِیْ کُلِّ حَوْلٍ وَاِذَا بَلَغَ الشِّعْبَ رَفَعَ صَوْتَہٗ فَیَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ

فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ثُمَّ اَبُوْ بَكْرٍؓ كُلَّ حَوْلٍ يَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ خَطَّابٍؓ ثُمَّ عُثْمَانُؓ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء اُحد کی زیارت کیواسطے ہر سال جاتے تھے جب پہاڑ کی گھاٹی کے پاس پہنچتے تو پکار کے سلام علیکم الخ فرماتے پھر ابوبکرؓ ہر سال ایسا ہی کیا کرتے تھے پھر عمر بن خطابؓ پھر عثمانؓ لیکن واقدی ضعیف ہے ابن حجر مکی نے کتاب حسن التوسل میں واقدی سے جو روایت کو ہے وہی واقدی کا نام چھوڑ کے ابن حاج وغیرہ سے نقل کیا ہے مگر یہ نہیں لکھا کہ اس حدیث کو کسنے روایت کیا مگر جب ابن حجر نے اس حدیث کو روایت کیا اور شہداء اُحد کی زیارت میں اس عمل کے صحیح پر استدلال کیا تو اس سے ظاہر ہوا کہ یہ حدیث انکے نزدیک قابل حجت ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہر سال جو زیارت کرتے ہیں اُسکی اصل شرع میں ہے نہیں۔ علاوہ اسکے محل فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل جاری ہے حدیث کی نسبت جو مجمل ہونیکا دعویٰ کیا گیا یہ بھی صحیح نہیں ہے اسلئے کہ کتب احادیث سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں طریقہ عداوسنین کا محرم الحرام سے نتھا بلکہ یہ امر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مشورہ صحابہ قرار پایا۔ علامہ سیوطی رسالہ شماریخ فی علم التاریخ میں لکھتے ہیں اَوَّلُ مَنْ كَتَبَ التَّارِيْخَ عُمَرُ بِسَنَتَيْنِ وَنِصْفٍ مِنْ خِلَافَتِهٖ فَكَتَبَهٗ بِسِتَّ عَشَرَ مِنَ الْمُحَرَّمِ بِمَشْوَرَةِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍؓ پھر خواہ مخواہ مصداق حدیث کا معنی ثانی ہی قاضی الاسلام علامہ صبغۃ اللہ مدراسی شافعی گلزار ہدایت میں لکھتے ہیں حدیث میں فِيْ كُلِّ حَوْلٍ اور ابن جریر کی روایت میں رَأْسَ كُلِّ حَوْلٍ جو مذکور ہوا اس سے متبادر یہی ہے کہ انکی موت کے وقت سے سال لیا کرتے تھے عرب کا محاورہ بھی یہی پر دلالت کرتا ہے جبتک سال ختم نہو گا حول نہ کہینگے امام نووی تہذیب الاسماء واللغات میں صاحب محکم سے نقل کرتے ہیں اَلْحَوْلُ سَنَةٌ بِاَسْرِهَا یعنی حول پورے سال کو کہتے ہیں انکی وفات کے وقت سے جب سال پورا ہوا تو حول ہوا اس تقدیر پر یہ روایت مجمل نہیں ٹھہر سکتی انتہیٰ تعزیہ معارضہ کی بھی درست نہیں اسلئے کہ حدیث میں وارد ہے عَنْ زَيْنِ الْعَابِدِيْنَ بْنِ الْحُسَيْنِ

بن علي إنّ رجلاً كان يأتي كلّ غدوة قبر النبيّ صلّى الله عليه وسلّم ويصلّي عليه ويصنع في المساء مثل ذلك فاشتهر عليه عليّ فقال له ما يحملك على هذا قال أحبّ التسليم على النبيّ صلّى الله عليه وسلّم فقال له علي بن الحسين أخبرني أبي عن جدّي رضي الله عنهما أنّه قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم لا تجعلوا قبري عيدًا ولا تجعلوا بيوتكم قبورًا وصلّوا عليّ وسلّموا حيث ما كنتم فستبلغني صلٰوتكم وسلامكم اس حدیث کو اسمٰعیل قاضی نے روایت کیا ہے وفي إسناده من لم يسمّ اور ابو بکر بن شیبہ و ابو یعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے بایں عبارت رأى علي بن حسين رجلاً يأتي إلى فرجة كانت عند قبر النبيّ صلّى الله عليه وسلّم فيدخل فيها فيدعو فيها فنهاه وقال ألا أحدّثك حديثًا سمعته من أبي عن جدّي یعنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال لا تتّخذوا قبري عيدًا اس حدیث میں عبداللہ بن نافع ہیں بخاری کہتے ہیں في حفظه شيء احمد کہتے ہیں لم يكن يدري الحديث ابو حاتم کہتے ہیں هو ليّن في حفظه عبدالرزاق نے اپنی تصنیف میں حسن بن علی سے بطور مرسل کے روایت کیا ہے اسمیں لا تتّخذوا بيتي عيدًا ہے بیتی سے مراد قبری ہے یہ حدیث بھی مجمل ہے علماء نے اسکی مختلف معنی کہے ہیں ایک معنی تو یہ ہے کہ قبر شریف کے پاس عید کا مجمع نہ کرو اور کھیل کود نہ مچاؤ جیسے یہود و نصاریٰ کا طریقہ تھا مسالک الحنفاء الیٰ مشارع الصلوٰۃ علی النبی المصطفےٰ میں علامہ قسطلانی لکھتے ہیں أي نهى عن الاجتماع لزيارته لاجتماعهم كالعيد كما كانت اليهود والنصارى تجتمع لزيارة قبور أنبيائهم ويشتغلون باللهو كما في الأعياد دوسرے معنی قبر شریف کے پاس عید کا سا مجمع نہ کرو جس میں لوگوں کو مشقت ہوتی ہے مسالک میں ہے ويحتمل أن يكون نهيه من جهة المشقّة الحاصلة من الاجتماع وما يترتّب عليه

مِن تجاوز الحدّ والتعالی فی تعظیم قبرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تیسری معنی قبر
شریف پر آنیکی اس قسم کی عادت نہ کرو جس سے ادب دل سے جاتا ہے مسالک میں ہے یحتمل ان یکون
العید اسماً من الاعتیاد یقال عادہٗ واعتادہ وتعوّدہ اذا صار عادۃً لہ یعنی لا
تجعلوا قبری محل اعتیادٍ یعتادونہ لما یؤدی ذلک الی سوء الادب وارتفاع
الحشمۃ ویؤید ھذا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم وصلّوا علیّ فانّ صلوٰتکم
تبلغنی حیث کنتم ای لا تتکلفوا المعاودۃ الیّ فقد استغنیتم عنہا بالصلوٰۃ علیّ

چوتھی معنی قبر شریف پر عید کیطرح گاہے ماہے نہ آیا کرو مسالک میں صاحب سلاح المومنین سے منقول ہے
یحتمل ان یکون المراد الحث علی کثرۃ زیارتہ ولا تجعل کالعید الذی لا یاتی
فی العام الا مرتین ویؤید ھذا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجعلوا بیوتکم
قبوراً ای لا تترکوا الصلوٰۃ فی بیوتکم حتی تجعلوھا کالقبور التی لا یصلی فیہا

غرض جب یہ حدیث اسقدر محتمل المراد ہوگی پھر اسکے محمل ہونیمیں کیا شک رہا اور معارضہ کیونکر صحیح
ہوسکتا ہی بر تقدیر تسلیم ہم کہتے ہیں کہ کوئی شخص اگر بطور عید کے لباس فاخرہ پہنکر شادان فرحان مجمع
کرے وہ بیشک ناجائز ہی نفس اجتماع اور اجتماع بطور عیدین میں زمین آسمان کا فرق ہے حقیقت عرس وجہ
کی جو لکھی گئی اگر وہ صحیح ہی تو بیشک وہ ناجائز ہے ہم اسکو عرس نہیں کہتے بلکہ میلہ ٹھیلہ کہتے ہیں عرس کی
حقیقت صورت ثانی ہی جسے مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے جب تحریر فرمایا تعیین کی نسبت انہی فتاوی میں
دوسرے مقام پر ہے کہ آنکو زیارت قبور روز معین کردن بدعت ست اصل زیارت جائز ست و تعیین کردن روز
در وقت سلف نبود و پس این بدعت از ان قبیل ست کہ اصلش جائز ست و خصوصیت وقت بدعت مانند مصافحہ
بعد عصر کہ در ملک توران وغیرہ رائج ست روز عرس برای یاد دہانیدن وقت وفات بزرگی ہیئت گرفتہ
معانقہ شاید و لیکن التزام آن روز نیز بدعت ست از ہمان قبیل کہ گذشت شیخ عبد الحق محدث دہلوی

ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ میں لکھتے ہیں فَاِنْ قُلْتَ هَلْ لِهٰذَا الْعُرْفِ الَّذِیْ شَاعَ فِیْ دِیَارِنَا فِیْ حِفْظِ اَعْرَاسِ الْمَشَائِخِ فِیْ اَیَّامِ وَفَاتِهِمْ اَصْلٌ فَاِنْ کَانَ عِنْدَكَ عِلْمٌ بِذٰلِكَ فَاذْكُرْهُ قُلْتُ قَدْ سَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ شَیْخَنَا الْاِمَامَ عَبْدَ الْوَهَّابِ الْمُتَّقِیَ الْمَكِّیَ فَقَالَ ذٰلِكَ مِنْ طُرُقِ الْمَشَائِخِ وَعَادَاتِهِمْ وَلَهُمْ فِیْ ذٰلِكَ نِیَّاتٌ قُلْتُ كَیْفَ تَعَیَّنَ ذٰلِكَ الْیَوْمُ دُوْنَ سَائِرِ الْاَیَّامِ فَقَالَ الضِّیَافَةُ مَسْنُوْنَةٌ عَلَی الْاِطْلَاقِ فَقَطَعُوا النَّظَرَ عَنْ تَعَیُّنِ الْیَوْمِ وَلَهٗ نَظَائِرُ كَمُصَافَحَةِ بَعْضِ الْمَشَائِخِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ وَ كَالْاِكْتِحَالِ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَاِنَّهٗ سُنَّةٌ عَلَی الْاِطْلَاقِ وَبِدْعَةٌ مِنْ جِهَةِ الْخُصُوْصِیَّةِ ثُمَّ قَالَ وَقَدْ ذَكَرَ بَعْضُ الْمُتَاَخِّرِیْنَ مِنْ مَشَائِخِ الْمَغْرِبِ اَنَّ الْیَوْمَ الَّذِیْ وَصَلُوْا اِلٰی جَنَابِ الْعِزَّةِ وَحَظَائِرِ الْقُدُسِ یُرْجٰی فِیْهِ مِنَ الْخَیْرِ وَالْبَرَكَةِ وَالنُّوْرَانِیَّةِ اَكْثَرُ وَاَوْفَرُ مِنْ سَائِرِ الْاَیَّامِ فَقَالَ لَمْ یَكُنْ فِیْ زَمَنِ السَّلَفِ شَیْءٌ مِنْ ذٰلِكَ وَاِنَّمَا هُوَ مِنْ مُسْتَحَبَّاتِ الْمُتَاَخِّرِیْنَ

یعنی میں نے اپنے شیخ امام عبدالوہاب متقی مکی سے عرس کے باب میں پوچھا امام نے جواب دیا کہ یہ طرق مشائخ اور انکی عادات سے ہے اور اسمیں مشائخ کی بہت نیتیں ہیں ہمنے کہا کیونکر یہ دن معین ہے اور دوسرے دن معین نہیں کئے گئے امام نے کہا ضیافت علی العموم مسنون ہے پھر مشائخ نے تعیین ان سے قطع نظر کیا اسکے لئے بہت سی نظیریں ہیں جسطرح بعض مشائخ بعد نماز کے مصافحہ کیا کرتے ہیں اور جسطرح عاشورا کے دن سرمہ لگانا کہ یہ علی الاطلاق سنت ہے اور بسبب خصوصیت کے بدعت ہے پھر امام نے کہا کہ بعض متاخرین نے مشائخ مغرب سے یہ کہا کہ جسدن وہ لوگ مرتے ہیں اور اللہ تعالی کی درگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اسدن خیر و برکت اور نورانیت کی توقع بہ نسبت دوسرے ایام کے زیادہ کی جاتی ہے پھر امام نے کہا کہ زمانہ سلف میں یہ طریقہ جاری نہ تھا بلکہ یہ مستحبات متاخرین سے ہے جب یہ بات معلوم ہو چکی تو یہ جاننا چاہئے کہ [illegible]

صراط المستقیم میں لکھتے ہیں نہ پندارند کہ نفع رسانیدن بہ اموات بہ اطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست
چہ ایں معنی بہتر و افضل یہانتک کہا کہ موقوف بر طعام نگزارد اگر میسر باشد بہتر ست و الا صرف ثواب سورۂ
فاتحہ و اخلاص بہترین ثواب ہاست مولوی محمد اسحاق دہلوی نے مسائل اربعین میں ہیات مجموعی کو یعنی
قرا و حفاظ کا اکٹھا جمع ہو کر قرآن شریف پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے مولوی قطب الدین دہلوی نے باوجود ادعائے
خلافت مصنف مائۃ مسائل کے رسالہ تحفۃ الزوجین میں اپنے استاذ کے خلاف لکھا ہے اور قائل جواز فاتحہ و درود
کے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں فاتحہ و درود ایسی جا پڑھنی چاہیے کہ پاک ہو نجاست ظاہری اور باطنی سے انتہی سبحان
اللہ فاتحہ و درود اور قبر پر جمع ہونا مولوی اسمعیل کے نزدیک تو جائز ہوا اور مولوی اسحاق کے نزدیک ناجائز
اور انکے خلیفہ و نائب کے نزدیک جائز غرض جتنے آدمی ہیں اتنی زبانیں ہیں بہرحال اس امر میں شبہہ
نہیں ہے کہ اکابر وہابیہ کے کلام سے فاتحہ و درود کا جواز ظاہر ہوتا ہے گو انکے کلام میں باہم نہایت
تخالف و تضاد ہے جس سے کسی امر پر پورا اطمینان نہیں ہو سکتا

تیسرا باب فقہا کے اقوال میں

صاحب نصاب الاحتساب نے سولھویں باب میں بہت سے وجوہ ایسے پیش کیے ہیں جنکو ایسے امور کی عدم جواز
سے تعلق ہے جو سوم کو کیے جاتے ہیں چونکہ وہ وجوہ ظاہر البطلان ہیں اسلیے میں نے مناسب خیال کیا کہ ایک ایک
وجہ کو بیان کر کے اسکے جواب پیش کروں نصاب الاحتساب کی کچھ خطا نہیں وجوہ پر منحصر نہیں ہے بلکہ
الفاظ میں اکثر جا خطائیں واقع ہیں مجھکو اپنے زمانے کے بعض علما پر افسوس آتا ہے جنھوں نے عدم جواز
تیجہ میں نصاب کے وجوہ باطلہ سے استدلال کیا ہے **پہلی وجہ** ان مجمع میں سجدۂ تلاوت ترک ہوتا ہے
شرح طحاوی کبیر میں لکھا ہے کہ تلاوت قرآن میں عام ازینکہ نماز میں ہو یا نماز سے خارج سجدۂ تلاوت
ترک کرنا مکروہ ہے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے اذا قرئ علیہم القرآن لا یسجدون یعنی ان

لوگوں پر جب قرآن شریف پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے ہیں تو تلاوت کیوقت ترکِ سجدہ پر انکی
مذمت فرمائی ہے اگر کوئی کہے کہ یہ حکم صرف ترک پر ہے اور تلاوت کرنیوالے تو بعد تلاوت کے سجدہ کرتے ہیں
تو ترک نہوا بلکہ تاخیر ہوئی۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ وقت تلاوت کے ترک سجدہ کرنا مطلق ہے بعد تلاوت سجدہ
کیا یا نہ کیا وقتِ تلاوت تو تارکِ سجدہ ضرور ٹھہرا اور مکروہ ضرور ہوا اور مطلق تاخیر نماز میں ہو یا نماز کے
خارج ہو مکروہ ہے فقط۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اسوجہ سے کراہت مجمع سوم کی لازم نہیں آتی اگر سجدہ فی الفور
واجب ہو جاتا ہے تو یہ حکم کرنا چاہیے کہ علی الفور سجدہ کیا کریں۔ شرح طحاوی کی عبارت جو لکھی گئی
وہ میرے نظر سے نہیں گذری بلکہ شرح طحاوی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد استماع
آیتِ سجدہ کے سجدہ نہیں کیا عبارت شرح طحاوی کی یہ ہے یَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ تَرْکُ النَّبِیِّ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ السُّجُوْدَ فِیْھَا حِیْنَئِذٍ لِاَنَّہٗ کَانَ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ فَلَمْ یَسْجُدْ لِذٰلِکَ
درمختار میں ہے وَھِیَ التَّرَاخِیْ عَلَی الْمُخْتَارِ وَیُکْرَہُ تَاْخِیْرُھَا تَنْزِیْھًا یعنی سجدہ تلاوت میں مذہب
مختار یہ ہے کہ وجوب اسکا بالتراخی ہے اور تاخیر میں کراہت تنزیہی ہے صاحب ردالمحتار نے اسکی وجہ یہ
لکھی ہے کہ طولِ زمان کیوجہ سے کبھی آدمی سجدہ تلاوت کو بھول جاتا ہے وَلَوْ کَانَتِ الْکَرَاھَۃُ تَحْرِیْمِیَّۃً
لَوَجَبَتْ عَلَی الْفَوْرِ وَلَیْسَ کَذٰلِکَ یعنی اگر کراہت تحریمی ہوتی تو علی الفور سجدہ واجب ہوتا اور
ایسا نہیں ہے جب علی الفور سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا تو اگر مجمع سوم میں سجدہ تلاوت نہ کیا گیا تو
اس سے کراہت تحریمی لازم نہیں آتی خصوصاً ایسی صورت میں کہ فقہاء نے کراہت تحریمی کا انکار کیا ہے موطائے
امام مالک میں ہشام بن عروہ عن ابیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے جمعہ کے دن منبر پر آیت سجدہ پڑھی
اور خود منبر سے اترکے سجدہ کیا انکے ساتھ تمام حضار نے سجدہ کیا پھر دوسرے جمعہ کو وہی آیت پڑھا
لوگ سجدہ کرنیکو آمادہ ہوئے حضرت عمرؓ نے منع کیا اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکْتُبْھَا اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ
فَلَمْ یَسْجُدْ وَمَنَعَھُمْ اَنْ یَّسْجُدُوْا اگر علی التراخی سجدہ مکروہ ہوتا حضرت عمرؓ ضرور

سجدہ کرتے اور حضار کو منع نہ فرماتے **دوسری وجہ** مصیبت کے لئے مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے اور
فقیہ ابو اللیث لکھتے ہیں مکروہ نہیں ہے تجنیس و مزید میں ہے اگر گھر وغیرہ میں ہو تو مکروہ نہیں ہے اور افضل ہے
ترک کرنا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جب فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے جائز کہا ہے اور اس دعوے پر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے فعل پر استدلال کیا ہے تو اسکے جواز میں کسیطرح کا شبہہ نہیں بستان فقیہ ابو اللیث سمرقندی
میں ہے لَا بَاْسَ لِاَهْلِ الْمُصِيْبَةِ اَنْ يَّجْلِسُوْا فِى الْبَيْتِ اَوْ فِى الْمَسْجِدِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ
وَالنَّاسُ يَاْتُوْنَهُمْ وَيُعَزُّوْنَهُمْ وَرُوِىَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ لَمَّا بَلَغَهٗ خَبَرُ قَتْلِ
جَعْفَرِ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ وَزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ فِى الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ
يَاْتُوْنَهٗ وَيُعَزُّوْنَهٗ یعنی اس بات میں مضائقہ نہیں ہے کہ اہل مصیبت گھر
میں یا مسجد میں تین دن تک بیٹھیں اور لوگ آکر انکی تعزیت کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
مروی ہے کہ جب آپکو خبر قتل جعفر بن ابیطالب و زید بن حارثہ بن رواحہ کی پہنچی تو آپ مسجد میں بیٹھے لوگ
آکر تعزیت کرتے تھے رد المحتار میں ہے کہ آپکو بیٹھنے سے تعزیت مقصود نہ تھی مگر صاحب رد المحتار نے اسپر کوئی دلیل
پیش نہیں کی صاحب رد المحتار نے امداد سے نقل کیا ہے کہ متاخرین سے اکثر ائمہ کا یہ قول ہے کہ صاحب میت کے پاس اجتماع
مکروہ ہے اور اسکو اپنے گھر میں بیٹھنا مکروہ ہے تاکہ لوگ تعزیت کے لئے آئیں بلکہ دفن کے بعد لوگوں کو چاہئے کہ
متفرق ہو جائیں اور اپنے کاموں میں لگ جائیں صاحب میت خود کھڑے پھر صاحب رد المحتار لکھتے ہیں کہ یہ
کراہت اہل میت کی مسجد میں بیٹھنے سے اور قرآن پڑھنے سے اور بعد فراغ کے کھڑے ہونے اور لوگوں کے
تعزیت کرنے سے جیساکہ دستور ہے زائل نہیں ہوتی اسلئے کہ اس جلوس سے تعزیت مقصود ہوتی ہے قرآن کا پڑھنا
مقصود نہیں ہوتا میرے خیال میں فقیہ ابو اللیث کی تحریر جو متمسک بالحدیث ہے نہایت صحیح اور قابل
عمل ہے میں اسکی مکروہ تنزیہی کہنے میں بھی تامل کرتا ہوں **تیسری وجہ** ایام تعزیت میں فرش
کرنا بہت ہی قبیح ہے یہ مطلق ہے گھر یا قبرستان کے ساتھ خاص نہیں ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کیوں آخر

کسی چیز کے قبیح ہونیکا دعوی کیا جاتا ہے تو کوئی دلیل بیان کیجاتی ہے فرش کے بچھانے میں کیا
قباحت ہے ہزاروں لاکھوں آدمی فرش پر بیٹھنے کے عادی ہو رہے ہیں تو انکے بیٹھنے کے لئے فرش بچھایا
جائیگا تو کیا گوبر زمین پر لیپا جائیگا **چوتھی وجہ** وقت پڑھنے قرآن شریف کے جو لوگ آتے ہیں انکی
تعظیم کے لئے اٹھنا حرام ہے باپ اور استاد کی تعظیم کے لئے اٹھنا جائز ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن شریف
کے پڑھنے وقت تو آنیوالونکی تعظیم کو کوئی نہیں اٹھتا ہے اگر احیانًا کوئی اٹھے تو اسے روکنا و باز رکھنا
چاہئے اور نفس قیام تعظیمی تو حرام نہیں ہے خود آپنے فرمایا ہے قُومُوا اِلٰی سَیِّدِکُم اسکی تصریح میرے رسالہ
صیانۃ الایمان عن قلب لا اطمینان میں لکھی ہے **پانچویں وجہ** قرآن شریف بطرز جدید بہ تغیر
نظم قرآن بطریق غنا پڑھنا و سننا حرام ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ تیجے میں جو قرآن شریف پڑھا جاتا ہے اس سے
نظم قرآن میں تغیر نہیں آیا اور نہ یہ صورت غنا کی ہے کسی خوش آواز کا لہجہ حجاز یا مصر میں قرآن
شریف کا پڑھنا یا اسکا سننا ہرگز حرام نہیں ہے کیا ضرور ہے کہ قرآن کسی مجمع میں ایسی آواز سے پڑھا جاوے
جس سے سامعین کو ایک قسم کی پریشانی حاصل ہو **بیت** گر تو قرآن بدین نمط خوانی ٭ ببری رونق مسلمانی ٭
چھٹی وجہ آتشدان جسپر باز وغیرہ جاندار کی شکل بنی ہوتی ہے وہاں دھرے جاتے ہیں مکروہ ہے اس جگہہ
کوئی فرشتہ نہیں آتا ہے اگر کوئی کہے کہ آتشدان میں تصویر نہو تو کیا کراہت ہے محیط کے باب الجنائز میں
لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ پر تشریف لیگئے دیکھا کہ ایک عورت آتشدان لئے ہوے
اسکے ہمراہ ہے آپنے خفگی فرمائی اور اسے ہٹوا دیا تو اگر تصویر بھی ہو تو دو وجہ ہیں ورنہ تصویر نہو تو ایک
ہی وجہ ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آتشدان کے ہونے جسمیں خوشبو جلائی جاتی ہے کیا مضائقہ ہے آخر مردہ کو
خوشبو لگائی جاتی ہے اور جب بات تسلیم کیگئی کہ مجمر میں تصویر تھی اسلئے نہی فرمائی گئی تو نفس مجمر کے
ہونے جسمیں تصویر نہو کچھ قباحت نہیں نہ ایک قباحت نہ دو قباحت اور اگر خواہ مخواہ نفس مجمر کا
ہونا منہی عنہ ہے تو اسکو منع کرنا چاہئے **ساتویں وجہ** جب صاحب مجلس تلاوت سے فارغ ہو جاتا ہے تو

اور وں سے پارہ لے لیتی ہیں اہیں قرآن شریف کے پڑھنے سے بلحاظ لوگونکے رتبہ کے منع کرنا ہی اور یہ
کار خیر سے روکنا بہت برا کام ہی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جب ایک ختم یا کئی ختم ہو جاتے ہیں یا پڑھ لیتے ہیں
اسقدر وقت آجاتا ہی جسکی نسبت یہ خیال ہوتا ہی کہ اگر قرآن کے پارے یا قرآن نئے لیے جاویں تو اہل میت کو
تکلیف ہوگی اسوقت جسقدر پڑھا گیا اسپر قناعت کرتے ہیں اور قرآن یا قرآن کے پارے نئے لیے جاتے اور
اسمیں رتبہ کا لحاظ نہیں کیا جاتا البتہ ضرورت کا اور لوگونکی تکلیف کا خیال کیا جاتا ہے یہ کسیطرح محذور
نہیں ہوسکتا آٹھویں وجہ عورتیں زیارت کے لیے آتی ہیں جو شرع کے خلاف ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اگر
تسلیم کرلیں کہ کہیں عورتیں زیارت کے لئے آتی ہیں تو کچھہ مضائقہ نہیں ہے پہلے عورتوں کو زیارت قبر کیلئے
ممانعت کی گئی تھی پھر انکو اجازت دیگئی البتہ بعض اہل علم عورتوں کی زیارت کو اس وجہ سے مکروہ خیال
کرتے ہیں کہ انہیں صبر کم ہوتا ہے یہ بے چین ہو کے روتی ہیں چنانچہ ترمذی نے اسکی تصریح کی ہی نویں وجہ
قبر پر گانا اور ناچنا حرام ہے اسکا جواب یہ ہے کہ قبر پر نہ کوئی گاتا ہی نہ ناچتا ہے آدمی کے مرنے سے جسکو
مرے ہوئے بہت دن نہیں ہوتے ہیں لوگونکے دلوں پر رنج کا غبار بھرا رہتا ہے یہ ناچنے اور گانیکا کونسا وقت ہے
اگر جاناکوئی ناچنے یا گانیکا قصد کرے تو وہ مجنون سمجھا جائیگا اور کوئی شخص خصوصا قبر یا میت اسے
کب وارہ کہینگے دسویں وجہ صریح جھوٹھ بولنا کہ اہل میت کی خاطر سے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
ہم اللہ تعالی کیلئے میت کی زیارت پر آئی ہیں اگر کوئی کہے کہ یہ امر کیونکر معلوم ہوا یہ امر تو باطنی ہی
تو ہم کہتے ہیں کہ اسکی کئی علامتیں ہیں پہلی علامت یہ ہے کہ تونگر بدکار کی قبر پر بہ نسبت قبر صالح کے
بہت بار آتے ہیں اگر یہ اللہ تعالی کے لئے ہوتا صالح کی قبر پر زیادہ جاتے دوسری علامت یہ ہے کہ اگر
کوئی قبر میت پر نہ آئے تو اولیاء میت کو رنج ہوتا ہی اگر انکی خاطر سے آنا نہوتا تو انکو رنج نہوتا تیسری
علامت یہ ہی کہ جو کوئی آتا ہی اسکا عذر قدوم کرتے ہیں اور اسکا احسان اپنے اوپر لیتے ہیں اللہ کیلئے ہوتا تو
اسکی ضرورت کیا تھی۔ اسکا جواب یہ ہی کہ ہم ایسی نہیں مانتے کوئی شخص کچھہ نہیں کہتا سب کو موت کا تصور رہتا ہے

سنّاٹے کے عالم میں رہتی ہیں تقدیرِ تسلیم جو لوگ اہلِ میّت کی خاطر سے آتے ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ
انکی خاطر سے آئے مثل مشہور ہے قاضی کی لونڈی مری سارا شہر آیا قاضی جی مرے کسی نے پوچھا تک نہیں
جو لوگ صرف بنظرِ ثواب کے آتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بنظرِ ثواب آئے یہ بھی ہم ہرگز نہیں مانتے کہ تونگر بدکار
کی قبر پر زیادہ مجمع ہوتا ہے بہ نسبت قبر صالح کے مجھے اکثر صلحا کی قبر پر حاضر ہونیکا اتفاق ہوا میں نے وہاں کے
مجمع کو تونگرانِ بدکار کے مجمع سے کہیں بڑھا ہوا پایا۔ ہاں تونگروں کی قبروں پر فقرا کا بڑا مجمع ہوتا ہے
اسوجہ سے کہ وہاں خیرات زیادہ ہوتی ہے میں اس بات کو بھی نہیں مانتا کہ اگر کوئی قبر پر نہ آوے تو اولیاء
میت کو رنج ہوتا ہے اگر واقعی رنج ہوتا ہے تو اسوجہ سے کہ مسلمانوں کی یہ شان ہے کہ رنج و غم میں ایک دوسرے
کے شریک ہیں اور یہ بات تو نہایت عمدہ ہے کہ جو شخص آوے اسکا عذرِ قدوم کیا جاوے اور اسوجہ سے کہ وہ اسکے
رنج میں شریک ہوا اور اسنے اپنا عزیز وقت ایصالِ ثواب میں صرف کیا اسکا شکریہ ادا کیا جاوے یہی چیز
ہے جسمیں حقوقِ عباد و حقوقِ اللہ تعالےٰ دونو ملے جلے ہیں اور حقوقِ عباد کی تعلق سے حقوق اللہ تعالیٰ
کی نفی نہیں ہوسکتی **گیارھویں وجہ** قبر پر بیٹھ کے کھاتے پیتے ہیں جو ممنوع ہے اسکا جواب یہ ہے کہ
قبرستان میں قبروں پر بیٹھ کے نہ کوئی کھاتا ہے نہ پیتا ہے معلوم نہیں صاحب رسالہ نے یہ طریقہ کس
ملک کا بیان کیا ہے **بارھویں وجہ** درختوں کے پتے توڑ کر درختوں کی صورت بناتے ہیں اور قبر کے گرد
آراستہ کرتے ہیں اور بے حاجت ہری گھانس کا کاٹنا حرام ہے اور رات کے وقت گھانس کا اکھاڑنا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ میں نے اپنی سیاحت ممالکِ دور دراز میں کہیں
یہ طریقہ نہیں دیکھا نہ کسی سے سنا میرے خیال میں یہ بات نہیں آتی کہ پتوں سے درختوں کی صورت کیونکر بناتے
ہیں اور اسکا فائدہ کیا ہے **تیرھویں وجہ** قاری لوگ ختم سے پہلے یا اسکے بعد قرآن شریف گا کر
پڑھتے ہیں اور اہلِ ماتم لوگوں کی تعظیم و تواضع میں مشغول رہتے ہیں تو ایسے لوگوں پر جو اور کام میں
لگے ہوئے ہوں قرآن شریف پڑھنا مکروہ ہے اور محیط میں لکھا ہے امام صاحب کے نزدیک قبر پر قرآن پڑھنا

مکروہ ہے اور امام کہتے ہیں کہ مکروہ نہیں ہے اور اسی پر فتوی ہے اور یہ شرح الاوراد میں ہے ہمارے مشائخ
امام محمدؒ کے قول پر عمل کرتے ہیں صدر شہید اور شیخ جلیل ابوبکر بن محمد بن الفضل کہتے ہیں کہ قبر پر قرآن
شریف پکار کر پڑھنا مکروہ ہے اور آہستہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے اور شیخ محمد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ قبر پر سورہ ملک
پڑھنا مضائقہ نہیں ہے آہستہ پڑھی یا پکار کر پڑھے اور دوسری سورت قبر پر نہ پڑھی جائے۔ اسکا جواب یہ
ہے کہ جب قرآن شریف پڑھا جاتا ہے سب لوگ اسے سنتے ہیں ایسے وقت میں کوئی کسی کی تواضع و تعظیم نہیں کرتا
اگر حیانا تواضع و تعظیم کرے تو اسے منع کرنا چاہیے اور جب امام محمدؒ کے قول پر فتوی ہے تو پھر اعتراض کیا یہاں
جسقدر روایات ذکر کی گئیں کوئی مفید مدعائے صاحب نصاب نہیں ہیں **چودھویں وجہ** جامع مسجد میں
بعضے قاری پکار کر پڑھتے ہیں یہ مکروہ ہے اور بعضے عالم کہتے ہیں کہ جامع مسجد میں قرآن کا ختم کرنا کہ اسکو
سپارہ پڑھنا کہتے ہیں مکروہ ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ ہمنے جہانتک دیکھا ہے تیجے میں سب لوگ آہستہ قرآن پڑھتے
ہیں اگر حیانا کوئی شخص آواز بلند کرکے پڑھے اسے منع کرنا چاہیے **پندرھویں وجہ** بروز سوم خوشبو
لگانے میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے عورتوں کو سوا اپنے خاوند کے تین دن سے زیادہ دوسروں پر سوگ کرنا
حرام ہے، تو چاہیے کہ بروز سوم خوشبو لگائی تاکہ تین دن سے سوگ بڑھ نہ جاوے چوتھے دن خوشبو لگائی گئی تو
تین دن سے بڑھ جائیگا جو حرام ہے ام حبیبہؓ نے اپنے باپ ابوسفیان کے مرنے پر بروز سوم خوشبو لگائی اور
کہا مجکو اسکی کچھ حاجت نہ تھی پر میں نے رسول اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلمان عورت کو تین دن سے زیادہ
سوگ کرنا حرام ہے مگر اپنے خاوند پر چار مہینے دس روز سوگ کریگی صاحب نصاب اپنی ہی یوں ظاہر
کرتے ہیں کہ رسم جاری ہے کہ بروز سیوم گلاب ملتے ہیں تو اس سے پرہیز ضرور ہے نہ اس سے کہ خوشبو ہے بلکہ اس سے
کہ عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے جیسی مہندی گو وہ خوشبو پر عورتوں سے مشابہت ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ
مرد تو خوشبو تیجے کو نہیں لگاتے البتہ گلاب کے پھول یا پنکھڑیاں عود و عنبر کی بیالیوں میں ڈالتے ہیں جو مباح
امر ہے وسیلۃ النجات میں لکھا ہے فِی عُمدَۃِ الفَتَاوٰی اَمَّا اتِّخَاذُ الوَرَقِ وَ العُودِ وَ العَنبَرِ

يَوْمَ الثَّالِثِ فَمُبَاحٌ هٰكَذَا فَعَلَتْ اِمْرَءَةُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَبِنْتُهُ الْمَعْرُوْفَةُ
بِاُمِّ هَانِي رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي يَوْمِ الثَّالِثِ فَمِنْ ذٰلِكَ جَرَتِ الْعَادَةُ فِيْ كُلِّ
تَعْزِيَتِ الْمُسْلِمِ كَذَا فِي الْمُفْرَقِ لِلْاِمَامِ الْبَزْدَوِيْ یعنی عمدۃ الفتاوی میں کو ہے کہ
اُٹھانا گلاب عود و عنبر کا تیسرے روز مباح ہے ایسا ہی کیا ہے تیسرے روز میں عمر بن عبد العزیز کی
بی بی و لڑکی نے جنکا ام ہانی لقب تھا رضی اللہ عنہما اسیوقت سے ہر تعزیت میں مسلمانوں میں عادت جاری
ہوگئی ایسا ہی ہے مفروق میں امام بزدوی کی تالیف ہے یہ فعل اس قسم کا نہیں ہے جسمیں عورتوں سے
مشابہت پائی جاتی ہو سولھویں وجہ تعریف نیوالا اہلکہ میت کی ایسی تعریف کرتا ہے جو اُسنے
کبھی نہیں کیا تھا یہ جھوٹھ ہے اور جھوٹھ کا سننا حرام ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ہندوستان کسی قطعہ
میں اسکا رواج نہیں ہے اگر کسی ملک میں کوئی شخص اس قسم کی تعریف کرتا ہو تو اسے منع کرنا چاہیے
ستر ھویں وجہ یہ معرف میتوں کے پاس کھڑا ہوتا ہے اور کھڑے ہی کھڑے سورہ اخلاص تین بار اور
سورہ فاتحہ پڑھتا ہے اور سب اسکے روبرو بیٹھے رہتے ہیں تو بہت بدعت ہے اور کسی سلف سے منقول نہیں ہے
اور مدعی پر واجب ہے کہ اسکا ثبوت لائے ثابت کیونکر ہوسکتا ہے کہ اسمیں تو قرآن شریف کی اہانت ہے کہ جیسے
قاری گویا ان لوگوں کا جو صدر میں بیٹھے ہیں خادم معلوم ہوتا ہے اور انکی طرف متوجہ ہوکر پڑھتا ہے قبلہ رو ہو یا
نہو اور اپنے ہاتھ اسی طرح رکھتا ہے جیسا نماز میں رکھتا ہے اور جب اسکو حکم ہوتا ہے تو مثل رکوع جھکتا ہے کہ یہ
خدمت معمولی ہے کہ ان لوگوں کے سامنے بجا لاتا ہے جو اپنی عزت و جاہ پر مغرور ہوکر بیٹھتے ہیں پھر وہ اپنے
اس پڑھنے پر اہل میت سے اجرت مانگتا ہے کہ وہ اس کام پر مزدور مقرر ہے اور جو عادت ہو معقود علیہ ہے
اسکا جواب یہ ہے کہ ہندوستان کے کسی شہر یا قصبہ یا دیہات میں یہ طریقہ نہیں دیکھا اور نہ کسی سے سنا اگر
کسی ملک میں کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو اسے منع کرنا چاہیے۔ اٹھارھویں وجہ قبر پر حریر یا اطلس کی
قبر پوش ڈالتے ہیں اگر میت اپنی زندگی میں یہ لباس پہنتا تھا تو یہ امر اسپر شاہد ہوا کہ وہ زندگی میں

فاسق فاجر تھا اور مرنیکے بعد بھی اُس جرم کے ساتھ اسکا ذکر اور اُسکی یادگار رہی۔ اسکا جواب یہ ہی کہ
تیجے کو چادر طلس کی ڈالنے سے کیا تعلق ہے نہ کسی سے سُنا نہ دیکھا اگر کوئی ایسی حرکت کرتا ہو تو اُسے منع کیا جانا چاہیئے
انیسویں وجہ صالحین کی قبر پر کپڑوں پر سورۂ اخلاص لکھکر ڈالتے ہیں اور قرآن شریف کا
زمین پر ڈالنا بدعت ہے اور باعث ابتذال ہے اور قرآن شریف کا مُبتذل کرنا عذاب الٰہی کا سبب ہے
اسکا جواب یہ ہے کہ اس وجہ کو تیجے کے عدمِ جواز میں کچھ دخل نہیں اور صالحین کے قبر پر اطلاق زمین کا عرف میں
نہیں ہوتا اور قرآن شریف کا یا کسی سورت کا قبر پر رکھنا باعثِ ابتذال نہیں خیال کیا جاتا الحاصل ایسے
فعال تیجے کے ناجائز نہیں ہو سکتے جنکی اباحت یا استحباب میں شبہ نہیں بیسویں وجہ مجلس میں
قرآن شریف لاکر رکھتے ہیں اور صاحبِ مجلس کی انتظار میں نہیں پڑھتے اگر حاضرین پڑھنے میں سبقت کریں
اور صاحبِ مجلس آگیا تو اُسپر خفا ہوتا ہے کہ میرا انتظار نہ کیا اسمیں میری عزت و رتبہ کی خفت و اہانت ہے یہ کام
صرف نفسِ امارہ بالسوء کا ہے ایسی مجلس میں آنے سے اُسکے گناہ پر اعانت ہوتی ہے اگر یہ لوگ آئینگے تو صاحبِ مجلس
اپنا رتبہ و عزت ظاہر کریگا اور گناہ پر اعانت کرنا منع ہے کیا اس صاحبِ مجلس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ قرآن
شریف پڑھنے سے منع کرنا کافروں کی عادت ہے اگر یہ کہو کہ حاضرین یاد پڑھ سکتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ قرآن
شریف دیکھکر پڑھنا عبادت ہے اور قرآن شریف ہاتھ میں لینا بھی عبادت ہے تو صاحبِ مجلس انکو ان دو
عبادتوں سے منع کرتا ہے اور قرآن شریف مجلس میں لانا اور یونہی رکھدینا اور نہ پڑھنا قرآن شریف
کی اہانت و خفت ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ انوکھی بات ہے اگر کوئی شخص قرآن شریف کے پڑھنے میں سب سے
اقدام کرتا ہے تو صاحبِ مجلس اسوجہ سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ اسنے ایصالِ ثواب میں پیش قدمی کی اور لوگوں کو
ترغیب دی کسی صاحبِ مجلس کو اسکی شکایت نہیں ہوتی کہ ایصالِ ثواب کے امر میں کیوں پہلے اقدام کیا گیا یہ
بات ظاہر ہے کہ اگر کسینے انتظار نہ کیا اور قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا تو صاحبِ مجلس کی کیا خفت و
اہانت ہوئی اور اُسکے رتبہ و عزت میں کیا فرق آگیا ایسی صورت میں اسکی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں

پائی جاتی ہے یہ خیال میں ہے ایک فرضی صورت ہے جو قابل لحاظ نہیں ہے بالفرض اگر کوئی صاحب مجلس
جہالت سے ایسے ناجائز امر کا ارتکاب کریں تو اسکو نصیحت کر دی جائے [۲۱] **اکیسویں وجہ** جب کسیکی مکان سے
قبرستان دور ہوتا ہے تو طلوع فجر کے بعد نماز فجر سے پہلی چلتے ہیں تا سب کے برابر یہاں پہنچیں یہہ مکروہ ہے۔
اسکا جواب یہ ہے کہ یہ ایک فرضی صورت ہے یہہ کچھ ضرور نہیں کہ قبرستان ہی میں سیوم ہو کبھی مکان میں کبھی
کسی مسجد میں کبھی قبرستان میں سوم کیا کرتے ہیں سات ساڑھے سات بجے سے قرآن خوانی شروع ہوتی ہے
ساڑھے نو بجے فراغت پاتے ہیں جب ایسا وقت وسیع ہے پھر کسیکو کیا پڑی ہے کہ عبث اپنی زحمت آپ گوارا کرے
[۲۲] **بائیسویں وجہ** نماز کے لئے منتظر رہنا مستحب ہے اور بروز دوم یا سوم زیارت کیلئے آنیسے نماز اشراق کا
انتظار آدمی نہیں کر سکتا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ایک خیالی امر ہے وقت زیارت کا ایسا وسیع رکھا
گیا ہے کہ جو لوگ نماز اشراق کے پابند ہیں وہ اچھی طرح سے فارغ ہو کے شریک ہو سکتے ہیں جنکے پاس گاڑی
بگھیاں ہوتی ہیں وہ آٹھ بجے اگر سوار ہوں تو میل دو میل کے فاصلہ پر پہنچکے شریک زیارت ہو سکتے ہیں۔
[۲۳] **تئیسویں وجہ** زیارت کے تیسرے دن قبر پر چادر کپڑے کی ڈالتے ہیں جو بالکل مشروع نہیں ہے نہ
مردوں کے لئے اور بعد بتاؤ کے عورتوں کے لئے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اگر کہیں چادریں ڈالتے ہیں تو اس سے منع کرنا
چاہئے بشرطیکہ اسکی ممانعت صریحًا ظاہر کیجاوے۔ اب فقہاء کے اقوال مذکور ہوتے ہیں شرح منہاج امام
نووی میں ہے اَلْاِجْتِمَاعُ عَلَى الْمَقْبَرَةِ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ وَتَقْسِيْمُ الْوَرْدِ وَالْعُوْدِ وَاِطْعَامُ
الطَّعَامِ فِي الْاَيَّامِ الْمَخْصُوْصِ كَالثَّالِثِ وَالْخَامِسِ وَالتَّاسِعِ وَالْعِشْرِيْنَ وَالْاَرْبَعِيْنَ
وَالشَّهْرِ السَّادِسِ وَالسَّنَةِ بِدْعَةٌ مَّمْنُوْعَةٌ یعنی مقبرہ پر تیسرے دن جمع ہونا اور گلاب کا
پھول و عود تقسیم کرنا اور تیسرے پانچویں نویں بیسویں چالیسویں دن اور چھماہی برسی کا کھانا
کھلانا بدعت ممنوعہ ہے جو لوگ اس عبارت سے احتجاج کرتے ہیں انہیں تصحیح نقل مطلوب ہے منہاج کی
بہت سے شروح ہیں انمیں کہیں اس عبارت کا پتہ نہیں لگتا بلکہ شافعیہ کی دوسری معتبر کتابوں میں بھی

باوجود تجسس کے یہ عبارت نظر نہیں آتی پھر ایسی مجہول عبارت کسطرح سے مسلّم ہوگی بتقدیر تسلیم
اس عبارت سے استدلال نہیں ہو سکتا اسلئے کہ طعام طعام کو ایام مخصوصہ میں جو بدعت ممنوعہ کہا ہے اس سے
ایصال ثواب کے لئے کھانا پکانا مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اہل میت کھانا پکا کر لوگوں کو اسپر جمع کریں اور
کراہت کی علت جریر کی حدیث ہے تعیین تاریخ کو اسمیں کچھہ دخل نہیں چنانچہ خطیب شربینی نے
مغنی المحتاج شرح المنہاج میں لکھا ہے قَالَ ابْنُ الصَّبَّاغِ وَغَيْرُهُ اَمَّا اِصْلَاحُ اَهْلِ الْمَيِّتِ طَعَامًا
وَجَمْعُ النَّاسِ عَلَيْهِ فَبِدْعَةٌ غَيْرُ مُسْتَحَبَّةٍ رَوَى اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَنْ
جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ كُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلَى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصُنْعَهُمُ الطَّعَامَ مِنَ النِّيَاحَةِ
یعنی کہا ابن الصباغ وغیرہ نے کہ اہل میت کا کھانا پکانا اور اسپر لوگوں کو جمع کرنا بدعت غیر مستحبہ ہے
روایت کی ہے امام احمد اور ابن ماجہ نے باسناد صحیح جریر بن عبد اللہ سے کہ ہم لوگ شمار کرتے تھے مجتمع
ہونے کو اہل میت کے پاس اور انکے کھانے کو نوحہ سے ایصال ثواب کے لئے کھانا پکانا مستحب ہے چنانچہ شیخ ابن حجر
مکی شافعی نے اپنے فتاوی میں اسپر اجماع نقل کیا ہے اور تیسرے روز قبر پر مجتمع ہونا اور پھول عود تقسیم کرنا جو بدعت
کہا گیا تو یہ سمجھہ لینا چاہئے کہ ہر بدعت قبیح نہیں ہوتی اسلئے کہ بدعت میں احکام خمسہ جاری ہوتے ہیں آخر عدم
استحباب کی کوئی وجہ ہونی چاہئے علاوہ بریں قبر پر مجتمع ہونا مطلقاً بدعت سیئہ نہیں ہے چنانچہ ابن حجر
مکی نے تحفہ میں لکھا ہے يُسَنُّ كَمَا نُصَّ عَلَيْهِ قِرَاءَةُ مَا تَيَسَّرَ عَلَى الْقَبْرِ وَالدُّعَاءُ لَهُ فَالْبِدْعَةُ
اِنَّمَا هِيَ فِي تِلْكَ الْاِجْتِمَاعَاتِ الْحَادِثَةِ دُوْنَ نَفْسِ الْقِرَاءَةِ وَالدُّعَاءِ عَلَى اَنَّ مِنْ تِلْكَ
الْاِجْتِمَاعَاتِ مَا هُوَ مِنَ الْبِدَعِ الْحَسَنَةِ كَمَا لَا يَخْفٰى ٭ یعنی سنت ہے
چنانچہ نص کیگئی ہے کہ قبر پر جسقدر ہو سکے قرآن پڑھے اور دعا کرے بدعت وہ چیزیں ہیں جو بعد جمع ہونے کے
لوگ کیا کرتے ہیں نفس قرأۃ و دعا بدعت نہیں علاوہ اسکے لوگ جو جمع ہوتے ہیں تو بعض کام بھی کرتے ہیں جو بدعت
حسنہ ہیں غرض یہ ہے کہ لوگ جب جمع ہوتے ہیں بُرے کام بھی کرتے ہیں اور اچھے کام بھی بنفس اجتماع پر حکم

حرمت کا نہیں ہو سکتا البتہ بری کام کو برا اور اچھے کام کو اچھا اور تعیین تاریخ سے بھی ہمیں برائی نہیں آتی
فتاوی طبندادی میں جو شافعیہ کے معتمد فتاوی سے ہے لکھا ہے وَلَا بَاسَ بِالْجَمْعِيَّةِ الَّتِي تُعْمَلُ فِي كُلِّ سَنَةٍ
یعنی مضائقہ نہیں ہے وہ جماع جو ہر سال ہوتا ہے فتاوی برازیہ میں ہے يُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِي الْيَوْمِ
الْاَوَّلِ وَالثَّالِثِ وَبَعْدَ الْاُسْبُوْعِ وَنَقْلُ الطَّعَامِ اِلَى الْقَبْرِ فِي الْمَوَاسِمِ وَاتِّخَاذُ
الدَّعْوَةِ لِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَجَمْعُ الصُّلَحَاءِ وَالْفُقَرَاءِ لِلْخَتْمِ اَوْ لِقِرَاءَةِ سُوْرَةِ
الْاَنْعَامِ وَالْاِخْلَاصِ یعنی پہلے اور تیسرے دن اور بعد سات دن کے کھانا پکانا اور اور کھانے کا قبر
کے پاس اعراس میں لیجانا اور قرآن پڑھنے کی دعوت کرنا اور صلحاء و فقراء کو ختم کے لئے یا سورہ انعام و
اخلاص پڑھنے کے لئے جمع کرنا مکروہ ہے ہم کہتے ہیں کہ اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ایصال ثواب کے لئے دن کی تخصیص
مکروہ ہے فتاوی برازیہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ ضیافت کی نسبت لکھا ہے چنانچہ فتاوی برازیہ میں آگے چل کے
لکھتے ہیں وَالْحَاصِلُ اَنَّ اِتِّخَاذَ الطَّعَامِ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ لِاَجْلِ الْاَكْلِ يُكْرَهُ
وَاِنِ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ كَانَ حَسَنًا یعنی حاصل یہ ہے کہ دعوت مسلمانوں کی قراءۃ قرآن کے وقت کھلانے کے
لئے مکروہ ہے اگر فقراء کیلئے کھانا کھلائے تو بہتر ہے سنتے ہیں برازیہ کی عبارت لکھ کے لکھتے ہیں وَلَا يَخْلُوْا
عَنْ نَظَرٍ یعنی یہ نظر سے خالی نہیں ہے تقریر نظر کی ظاہر ہے اسلئے کہ جب صدقہ عن المیت باثور ہے تو پہلے یا
تیسرے دن اگر کھانا پکایا جاوے تو کیا مضائقہ ہے یا قبر کے پاس اگر اعیاد میں لیجائیں تو کیا حرج ہے اور
قراء و صلحاء کو کھلائیں تو کیا مضائقہ ہے ہاں خاص کر کے قراء کی دعوت البتہ ایسی ہے جسے مکروہ کہہ سکتے ہیں
بشرطیکہ کراہت کی کوئی وجہ پائی جائے فتاوی قاضی خاں کی عبارت میں اسکی تصریح موجود ہے
وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ فِي اَيَّامِ الْمُصِيْبَةِ لِاَنَّهَا اَيَّامُ تَاَسُّفٍ فَلَا يَلِيْقُ بِهَا مَا يَكُوْنُ
لِلسُّرُوْرِ وَاِنِ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ كَانَ حَسَنًا اِذَا كَانُوْا بَالِغِيْنَ فَاِنْ كَانَ فِي
الْوَرَثَةِ صَغِيْرٌ لَمْ يَتَّخِذُوْا ذٰلِكَ مِنَ التَّرِكَةِ یعنی مکروہ ہے ضیافت کرنا ایام مصیبت میں

اسلئے کہ وہ ایام تاسف کے ہیں پھر ایسے کام مناسب نہیں ہیں جو خوشی کے ایام میں کیے جاتے ہیں اور اگر
فقراء کے لئے کھانا کھلائیں تو اچھا ہے یہ ایسی صورت میں جب ورثہ بالغ ہوں اگر ورثہ صغیر ہوں تو ترکہ سے کھانا
نہ کھلانا چاہیے فتاوی ظہیریہ میں ہے وَلَا یُبَاحُ اِتِّخَاذُ الضِّیَافَۃِ عِنْدَ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ وَھِیَ اَیَّامُ
الْمُصِیْبَۃِ لِاَنَّ اِتِّخَاذَ الضِّیَافَۃِ لِلسُّرُوْرِ یعنی مباح نہیں ہے ضیافت کرنا ہمارے نزدیک تین روز جو
ایام مصیبت کے ہیں کیونکہ ضیافت سرور کیلئے ہے فتاوی تاتارخانیہ میں ہے وَلَا یُبَاحُ اِتِّخَاذُ
الضِّیَافَۃِ عِنْدَ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ یعنی مباح نہیں ہے ضیافت ہمارے نزدیک تین دن فتح القدیر میں ہے وَیُکْرَہُ
اِتِّخَاذُ الضِّیَافَۃِ مِنْ اَھْلِ الْمَیِّتِ لِاَنَّہٗ مَشْرُوْعٌ فِی السُّرُوْرِ لَا فِی الشُّرُوْرِ وَھِیَ بِدْعَۃٌ
مُسْتَقْبَحَۃٌ رَوَی الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ
قَالَ کُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلٰی اَھْلِ الْمَیِّتِ وَصُنْعَھُمُ الطَّعَامَ مِنَ النِّیَاحَۃِ +
یعنی مکروہ ہے ضیافت اہل میت کیطرف سے کیونکہ وہ مشروع ہے سرور میں نہ غم میں فقہا نے کہا ہے وہ بدعت
قبیحہ ہے امام احمد و ابن ماجہ نے باسناد صحیح جریر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ جریر نے کہا کہ ہم شمار کرتے
تھے مجتمع ہونا اہل میت کے پاس اور کھانا کھلانا انکا نوحہ سے شیخ ابو الحسن سندی نے الہدی المنیر عن مباحث فتح القدیر
میں لکھا ہے قَوْلُہٗ اِتِّخَاذُ الضِّیَافَۃِ اَیْ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ عَلٰی وَجْہِ الضِّیَافَۃِ لِلْاَقْرِبَاءِ
وَالْاَحِبَّاءِ مِمَّنْ لَمْ یُعْھَدْ حُضُوْرُھُمْ عَلٰی وَجْہِ الْاِجْتِمَاعِ عَلَی الطَّعَامِ اِلَّا فِی الضِّیَافَاتِ
وَالْعُرُوْسِ لَا عَلٰی وَجْہِ الْقُرْبَۃِ لِلصَّالِحِیْنَ وَاُولِی الْحَاجَۃِ فَلَا یَرِدُ مَا رُوِیَ اَنَّ اَھْلَ
مَیِّتٍ صَنَعَ طَعَامًا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِہٖ یَوْمَ مَاتَ الْمَیِّتُ عَنْھُمْ
وَاَنَّ الْقُرْبَۃَ مَنْدُوْبَۃٌ دَائِمًا فَکَیْفَ یُکْرَہُ فِیْ بَعْضِ الْاَیَّامِ سِیَّمَا اَیَّامُ تَذَکُّرِ الْمَوْتِ وَھُوَ
مِمَّا یَدْعُوْ اِلٰی تَکْثِیْرِ الْقُرُبَاتِ وَالْمَرْءُ یُبَیِّتُ طَعَامًا مِنْ حِلٍّ مَعْلُوْمٍ مَعَ قَطْعِ النَّظَرِ عَنِ
النِّیَّۃِ قَوْلُہٗ لِاَنَّہٗ شُرِعَ اھ اَیْ لِاَنَّہٗ خَارِجٌ عَنْ مُقْتَضَی الْحَالِ فَاِنْفَاقُ الْمَالِ فِیْہِ تَضْیِیْعٌ

وَاِسْرَافٌ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِہٖ قَوْلُہٗ اَلْاِجْتِمَاعُ اِلٰی اَهْلِ الْمَیِّتِ اَیْ لِمَوْتِہٖ لَا لِدَعْوَةِ اَهْلِ الْمَیِّتِ
اِیَّاهُمْ لِتَبَرُّکِهِمْ اَوِ التَّقَرُّبِ بِاِطْعَامِهِمْ وَصُنْعُهُمُ الطَّعَامَ اَیْ لِاِجْتِمَاعِهِمْ لِمَوْتِہٖ
وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَالظَّاهِرُ اَنَّ مِنَ الطَّعَامِ مَا هُوَ مَشْرُوْعٌ یَوْمَ الْمَوْتِ اَیْضًا
کَالطَّعَامِ لِلتَّقَرُّبِ وَمِنْهُ مَا هُوَ مَکْرُوْهٌ کَالطَّعَامِ
لِلضِّیَافَةِ اَوْ لِتَقْوِیَةِ النَّوَائِحِ مَثَلًا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ یعنی

ضیافت کی یہ معنی ہیں کہ بطور ضیافت کے تواجب عزیزوں اور دوستوں کے لئے جنکی یہ عادت
نہیں ہے کہ بجز ضیافت شادی کے جمع ہوں کھانا پکایا جاوے نہ بطور قربت کے جو صالحین اور حاجتمندوں
کے لئے پکاتے ہیں اس تقریر سے دو شبہے دفع ہو گئے پہلا شبہہ یہ ہے کہ ایک اہل بیت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے واسطے ایسے دن کھانا پکایا تھا جس دن انکے گھر غمی ہو گئی تھی اسکا جواب یہ ہے کہ یہ ضیافت بوجہ قربت عبادت
کے تھی دوسرا شبہہ یہ ہے کہ قربت ہمیشہ کے لئے اچھا کام ہے پھر وہ بعض ایام میں خصوصًا جب ایام ایسے ہوں
جنمیں قربات کی ضرورت ہو کیونکر مکروہ ہوگی اسکا جواب یہ ہے کہ صاحب حاجت کو کھانا کھلانا جائز ہے
صرف ایسے اہل ضیافت کے لئے جائز نہیں ہے جسکا ذکر کیا گیا لانہ شرع کا یہ حاصل ہے کہ وہ مقتضائی
حال سے خارج ہے پھر مال کا خرچ کرنا مال کا ضائع کرنا ہے اور اسراف کرنا ہے اپنے غیر محل میں اجتماع
اہل المیت کے یہ معنی ہیں کہ یہ اجتماع موت کے واسطے ہو نہ اس خیال سے کہ اہل میت نے انکی دعوت اس خیال سے
کی ہو تاکہ اہل میت انسے برکت حاصل یا کھانا کھلانے سے تقرب حاصل کریں وصنعہم الطعام کے یہ معنی ہیں کہ
جو اجتماع بسبب موت کے ہوا ہو ظاہر یہ ہے کہ بعض کھانے ایسے ہیں جو موت کے روز مشروع ہیں مثلًا وہ کھانا جو ثواب
کیلئے ہو چنانچہ اسی قسم کا کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کیا گیا تھا اور بعض مکروہ ہیں مثلًا
ضیافت کا کھانا یا جو کھانا نائحہ عورتوں کی تقویت کے لئے کھلایا جاوے نائحہ ایسی عورت کو کہتے ہیں جو کسی مُردے کی
نیکیاں بیان کر کے روے مطلق رونا ناجائز نہیں ہے نہ بر اطلاق نائحہ کا پتہ ہے جب زینب بنت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا عورتیں جمع ہو کے رونے لگیں حضرت عمرؓ نے اقارب کو رونے سے
منع کیا اور اجنبی عورتوں کو چاہا کہ مار کے نکالدیں آپ نے حضرت عمرؓ کو اس فعل سے منع فرمایا اور ارشاد کیا
دَعْهُنَّ فَاِنَّ الْعَيْنَ دَامِعَةٌ وَالْقَلْبَ مُصَابٌ وَالْعَهْدَ قَرِيْبٌ یعنی انکو چھوڑ دو اسلئے کہ
آنکھ سے بالطبع آنسو ٹپکتا ہی اور قلب کو مصیبت پہنچی ہے اور واقعہ ابھی ہوا ہے صبر نہایت دشوار ہے چنانچہ
یہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہی پھر اس قسم کے رونیوالی عورتوں کو جب نایحہ نہیں کہتے تو انکو کھانا دینا ناجائز
نہیں ہے اور شرح برزخ میں لکھا ہی دَلَّ الْحَدِيْثُ عَلٰى اَنَّهٗ يُكْرَهُ لِاَهْلِ الْمُصِيْبَةِ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ
عَلٰى سَبِيْلِ الضِّيَافَةِ یعنی دلالت کی حدیث نے اس امر پر کہ بطور ضیافت کے اہل مصیبت کا کھانا
کھلانا مکروہ ہی اور یہ بھی لکھا ہی وَتَبَيَّنَ اَنَّهٗ لَا يُكْرَهُ لِاَهْلِ الْمُصِيْبَةِ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ لِلْفُقَرَاءِ
وَلَا يُكْرَهُ لَهُمُ الْاَكْلُ مِنْ ذٰلِكَ یعنی ظاہر ہوا کہ اہل مصیبت کو یہ مکروہ نہیں ہے فقراء کو کھانا کھلانا
اور انکو اس کھانے کا کھانا بھی مکروہ نہیں ہے ان عبارات سے اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ ایام مصیبت میں ضیافت
کے طور پر کھانا کھلانا مکروہ ہے اگر ایصال ثواب کے لئے ہو تو حسن و مستحب ہے بلکہ اسکا استحباب فعل صحابہ و
تابعین سے ثابت ہے کہ سات روز تک اسکو مستحب جانتے تھے علامہ زاہدی نے حاوی میں لکھا ہے شط يُكْرَهُ
اَلْوَلِيْمَةُ عَلَى الْمَيِّتِ قَبْلَ اَنْ يُغْسَلَ اِجْمَاعًا وَعَنْ مُحَمَّدٍ يَجُوْزُ بَعْدَ الدَّفْنِ وَقَالَ مَالِكٌ
يُكْرَهُ قَبْلَ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ وَالْفَتْوٰى عَلٰى قَوْلِ مُحَمَّدٍ یعنی شرح طحاوی میں ہے مکروہ ہے ضیافت
میت پر قبل غسل دینے کے اجماعاً اور امام محمدؒ سے مروی ہی کہ جائز ہے بعد دفن کے اور کہا مالک نے مکروہ ہے
قبل تین دن کے اور فتوی قول پر امام محمدؒ کے ہی دیکھو طحاوی نے امام محمد کے قول کو مفتی بہ لکھا ہی
جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد دفن کے ضیافت جائز ہی اور امام مالک کے نزدیک قبل تین دن کے مکروہ ہے
اور بعض جو فقہا کی عبارتیں سابق میں نقل کی ہیں انسے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن تک مکروہ ہے جو ایام مصیبت
ہیں اس تقریر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد تین دن کے مکروہ نہیں ہے شرح برزخ میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے

عبارت یہ ہے کہ ویکرہ لاہل اتخاذ الطعام للاقرباء والاغنیاء الی ثلث ایام ویکرہ لہم اکلہ اما بعد ثلث ایام لا یکرہ اتخاذ الطعام لمن مات لہ میت لا لاحد و لا علی سبیل الضیافۃ ولا یکرہ الاکل منہ لا للغنی ولا للفقیر یدعی الیہ او یرسل الیہ یعنی اہل میت کیلئے تین دن تک مکروہ ہے کہ وہ اقرباء و غنیا کیلئے پکوائیں اگر پکوائیں تو انکو اہل میت کا کھانا مکروہ ہے تین دن کے بعد اگر اہل میت کھانا کھلائیں عام ازینکہ ثواب میت کے لئے ہو یا بطور ضیافت کے ہو تو اسکا کھانا مکروہ نہیں ہے عام ازینکہ غنی ہو یا فقیر اور عام ازینکہ وہ بلائے کھلائے جائیں یا کھانا انکے پاس بھیجا جاوے فتاوی قاضی خان میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور صاحب فتاوی بزازیہ نے کراہت کو تین دن تک منحصر نہیں کیا بلکہ ہفتہ کے بعد ضیافت کرنیکو بھی شامل کر لیا ہے شارح منیۃ المصلی نے غنیۃ المستملی میں اسکے قول کو یوں رد کیا ہے ولا یخلو عن نظر لانہ لا دلیل علی الکراہۃ الا حدیث جریر بن عبد اللہ المتقدم وانما یدل علی کراہۃ ذلک عند الموت فقط علی انہ قد عارضہ ما رواہ الامام احمد بسند صحیح و ابو داؤد عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی القبر یوصی الحافر یقول اوسع من قبل رجلیہ اوسع من قبل راسہ فلما رجع استقبلہ داعی امرأتہ فجاء فجیء بالطعام فوضع یدہ ثم وضع القوم فاکلوا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلوک لقمۃ فی فیہ ثم قال انی اجد لحم شاۃ اخذت بغیر اذن اھلہا فارسلت المرأۃ تقول یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی ارسلت الی النقیع اشتری شاۃ فلم توجد فارسلت الی جار لی قد اشتری شاۃ ان یرسل الی بثمنہا فلم یجد فارسلت الی امرأتہ فارسلت بہا الی فقال

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَطْعِمِیْہِ الْاُسَارٰی فَھٰذَا یَدُلُّ عَلٰی اِبَاحَۃِ صُنْعِ اَھْلِ
الْمَیِّتِ الطَّعَامَ وَالدَّعْوَۃِ اِلَیْہِ ۴ یعنی یہ کلام نظر سے خالی نہیں اسلئے کہ کراہت پر صرف
حدیث جریر بن عبداللہ کی دلیل ہے جسکا ذکر کیا گیا اُس سے صرف اسقدر ظاہر ہوتا ہے کہ موت کے وقت مکروہ ہے
اسکی معارض ہے وہ حدیث جسے امام احمدؒ نے بسند صحیح اور ابوداؤد نے عاصم بن کلیب سے انہوں نے اپنے باپ سے
انہوں نے انصار ایک مرد سے روایت کیا کہ ہم نکلے رسول اللہ صلعم کیساتھ ایک جنازہ میں پھر میں نے دیکھا رسول اللہ کو کہ آپ قبر پر کھڑے ہوئے
والیکو یوں بتاتے تھے کہ دونو پاؤں کے طرف وسیع کرو اور اسکی سر کیطرف وسیع کرو جب پھرے تو استقبال کیا دعوت دینے
والے نے میت کیطرف سے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کھانا حاضر کیا گیا آپنے دست مبارک
اُسپر رکھا اور قوم بھی کھانے لگی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پھراتے تھے لقمہ کو اپنے مُنہ میں اسکے بعد فرمایا کہ
میں پاتا ہوں ایسا گوشت بکری کا کہ لیا گیا ہے بغیر اذن اسکی اہل کے میت کی عورت نے کہلا بھیجا کہ یا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم میں نے نقیع کو آدمی بکری خریدنے کیلئے بھیجا تھا مگر بکری نہ ملی پھر اپنے ہمسایہ کے پاس آدمی بھیجا
جسکے پاس خریدی ہوئی بکری تھی تاکہ قیمتاً دے وہ موجود نتھا پھر مینے آدمی کو اسکی عورت کے پاس بھیجا اسنے یہ
بکری میرے پاس بھیجدی پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلا اسکو قیدیوں کو اس سے صاف ظاہر ہے کہ
اہل میت کا کھانا بعد دفن کے جائز ہے پھر کراہت جریر بن عبداللہ کی حدیث سے مستفاد ہوتی ہے وہ موت
کے وقت پر منحصر ہے اور عاصم بن کلیب کی روایت سے بعد دفن کے ضیافت کرنیکا جواز حاصل ہوتا ہے تو ان دونو
حدیثوں سے امام محمد کا قول ثابت ہوتا ہے جسے علامہ زاہدی نے مفتی بہ لکھا ہے پھر تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ
صاحب مذہب جو تین دن تک یا اسکے بعد بھی برخلاف قول امام محمد کے کراہت بیان کرتے ہیں اقوال غیر
مفتی بہ اور مرجوع عنہا ہیں لیکن علامہ شامی نے شارح منیہ کے معارضہ کو جو عاصم بن کلیب کی روایت سے کیا ہے
یوں دفع کیا ہے فِیْہِ نَظَرٌ فَاِنَّہٗ وَاقِعَۃُ حَالٍ لَا عُمُوْمَ لَھَا مَعَ اِحْتِمَالِ سَبَبٍ خَاصٍّ بِخِلَافِ
مَا فِیْ حَدِیْثِ جَرِیْرٍ عَلٰی اَنَّہٗ بَحْثٌ فِی الْمَنْقُوْلِ فِیْ مَذْھَبِنَا وَمَذْھَبِ غَیْرِنَا کَالشَّافِعِیَّۃِ

وَالْحَاصِلُ اِنَّہٗ لَا اَحَادِیْثَ جَرِیْرٍ الْمَذْکُوْرِ عَلَی الْکَرَاھَۃِ یعنی ایں
نظر ہے کیونکہ وہ واقعہ حال ہے اسمیں عموم نہیں با وجودیکہ اسمیں احتمال سبب خاص کا ہی بخلاف حدیث جریر کے
علاوہ بریں بحث ہی اس چیز میں جو منقول ہی ہمارے مذہب میں اور ہمارے غیر کے مذہب میں جیسے شافعیہ و حنابلہ
جو استدلال کرتے ہیں حدیث جریر سے کراہت پر مگر اس سے اصل اعتراض شارح منیہ کا مندفع نہیں ہوتا اسلیے کہ
امام محمد کے نزدیک بعد دفن کے ضیافت جائز ہے پھر تو منقول میں بحث نہوئی بلکہ اصحاب مذہب کے قول
مخالف ٹھہرے اور عاصم بن کلیب کی حدیث کے نسبت یہ کہنا کہ واقعہ حال ہے یا سبب خصوص کا احتمال رکھتی ہے
اسکی حاجت نہیں کیونکہ دونوں حدیثوں میں مخالفت نہیں ہے بلکہ دونوں حدیثوں سے بعینہ امام محمد کا قول ثابت
ہوتا ہے اگر مخالفت ہے تو امام محمد کا قول حسب مفتی بہ ٹھہرا اور بہر صحیح حدیث کی دلیل پائی گئی تھی جو حدیث
اسکی مخالف پائی گئی اسکی تاویل کرنی اہم ہی اور شافعیہ و حنابلہ کا اس سے استدلال کرنا حنفیہ پر حجت نہیں
ہوسکتا علاوہ اسکے واقعہ حال ہونے سے عموم کی نفی ہو نہیں سکتی اور صرف احتمال سبب خاص کا قابل لحاظ
نہیں ہوسکتا جب تک سبب خاص کا ثبوت پیش نہ کیا جائے بہرحال اصحاب مذہب کے اقوال علمائے مخالف
نظر کرتے ہیں تا علی قاری نے اسکا ایک نفیس فائدہ [illegible] مرقات شرح مشکوۃ میں عاصم بن
کلیب کی حدیث کے تحت میں جو باب المعجزات میں لکھا ہی ھٰذَا الْحَدِیْثُ بِظَاھِرِہٖ یَرُدُّ عَلٰی
مَا قَرَّرَہٗ اَصْحَابُ مَذْھَبِنَا مِنْ اَنَّہٗ یُکْرَہُ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِی الْیَوْمِ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثِ
اَوْ بَعْدَ الْاُسْبُوْعِ کَمَا فِی الْبَزَّازِیَّۃِ وَذُکِرَ فِی الْخُلَاصَۃِ اَنَّہٗ لَا یُبَاحُ اِتِّخَاذُ الضِّیَافَۃِ
عِنْدَ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ وَقَالَ الزَّیْلَعِیُّ وَلَا بَاْسَ بِالْجُلُوْسِ لِلْمُصِیْبَۃِ اِلٰی ثَلَاثٍ مِنْ غَیْرِ
اِرْتِکَابِ مَحْظُوْرٍ مِنْ فَرْشِ الْبُسُطِ وَالْاَطْعِمَۃِ مِنْ اَھْلِ الْمَیِّتِ وَقَالَ ابْنُ الْھُمَامِ یُکْرَہُ
اِتِّخَاذُ الضِّیَافَۃِ مِنْ اَھْلِ الْمَیِّتِ وَالْکُلُّ عَلَّلُوْہُ بِاَنَّہٗ شُرِعَ فِی السُّرُوْرِ لَا فِی الشُّرُوْرِ
وَقَالَ وَھِیَ بِدْعَۃٌ مُسْتَقْبَحَۃٌ رَوَی الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَنْ

جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَصُنْعَهُمُ الطَّعَامَ مِنَ
النِّيَاحَةِ اِنْتَهٰى فَيَنْبَغِي أَنْ يُّقَيَّدَ كَلَامُهُمْ بِنَوْعٍ خَاصٍّ مِنِ اجْتِمَاعٍ يُوجِبُ اِسْتِحْيَاءَ
أَهْلِ بَيْتِ الْمَيِّتِ فَيُطْعِمُونَهُمْ كُرْهًا أَوْ يُحْمَلُ عَلٰى كَوْنِ بَعْضِ الْوَرَثَةِ صَغِيرًا أَوْ غَائِبًا
أَوْ لَمْ يُعْرَفْ رِضَاؤُهُ أَوْ لَمْ يَكُنِ الطَّعَامُ مِنْ عِنْدِ أَحَدٍ مُعَيَّنٍ مِنْ مَالِ الْمَيِّتِ قَبْلَ قِسْمَتِهِ
وَنَحْوُ ذٰلِكَ وَعَلَيْهِ يُحْمَلُ قَوْلُ قَاضِي خَانْ يُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ فِي أَيَّامِ الْمُصِيبَةِ
لِأَنَّهَا أَيَّامُ تَأَسُّفٍ فَلَا يَلِيقُ بِهَا مَا يَكُونُ لِلسُّرُورِ وَإِنِ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ
كَانَ حَسَنًا وَأَمَّا الْوَصِيَّةُ بِاتِّخَاذِ الطَّعَامِ بَعْدَ مَوْتِهِ لِيُطْعَمَ النَّاسُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ
فَبَاطِلَةٌ عَلَى الْأَصَحِّ وَقِيلَ يَجُوزُ ذٰلِكَ مِنَ الثُّلُثِ وَهُوَ الْأَظْهَرُ

یعنی یہ حدیث ظاہر اردکرتی ہے اس مسئلہ کو جسے ہمارے اصحاب مذہب نے لکھا ہی وہ یہ ہے کہ پہلے دن یا تیسرے
دن یا بعد ہفتہ کے کھانا کھلانا مکروہ ہے چنانچہ بزازیہ میں ہے اور خلاصہ میں ہے کہ مباح نہیں ہے تین دن تک
زیلعی نے کہا کہ تین دن تک مصیبت کے لئے بیٹھنا جائز ہے بشرطیکہ کسی ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جاوے ابن الہمام
نے لکھا ہی کہ مکروہ ہے ضیافت کرنا اہل میت کا اور سبب اسکی علت یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مشروع ہی
سرور میں نہ بدی میں کہا ہے ابن ہمام نے کہ وہ بدعت سیئہ ہی روایت کی امام احمد اور ابن ماجہ نے باسناد
حسن جریر بن عبد اللہ سے کہا کہ ہم لوگ شمار کرتے تھے مجتمع ہونیکو اہل میت کے پاس اور انکی کھانا پکانیکو نوحہ سے
تمام ہوا قول ابن ہمام کا پس مناسب ہی کہ مقید کیا جاوے انکا کلام ایک نوع خاص سے یعنی یہ کہا جائے کہ وہ
ایسا اجتماع ہو جس سے اہل میت کو غیرت ہو جس سے وہ مجبوری سے انکو کھانا کھلاویں یا اس بات پر حمل کیا جاوے کہ
بعض ورثہ صغیر یا غائب ہیں یا انکی رضامندی معلوم نہو یا کھانا کسی معین شخص کیطرف سے نہو جو مال میت سے
قبل قسمت کی ہوا اور اس طرح کی صورتیں اسی پر محمول ہیں قاضی خاں کا قول بھی اسی پر محمول ہے
وہ لکھتے ہیں کہ مکروہ ہے ضیافت ایام مصیبت میں اسلئے کہ یہ ایام تاسف کے ہیں پھر اسمیں ایسے کام نہ کرنا چاہئے جو

سرور میں کئی جاتے ہیں اگر فقرا کیلئے کھانا پکائیں تو بہتر ہے اس امر کی وصیت کہ تین دن تک لوگوں کو
کھانا کھلایا جائے باطل ہے علی الاصح بعض کہتے ہیں جائز ہے ثلث مال سے یہ اظہر ہے فتاوی شامی میں شارح منیہ
کے کلام کی اسطرح تقیید کی ہے رد المحتار میں ہے وَلَا سِيَّمَا اِذَا كَانَ فِي الْوَرَثَةِ صِغَارٌ اَوْ غَائِبٌ
یعنی خصوصاً جبکہ ہوں وارثوں میں کم عمر یا غائب اور بحسب معراج الدرایہ کے کھانا تیار کرنا وغیرہ جو جو
امور کہ فتاوی بزازیہ کی عبارت میں مذکور ہوئے ان سب کی علت کراہت کو ریا و سمعہ قرار دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں
وَهٰذِهِ الْاَفْعَالُ كُلُّهَا لِلسُّمْعَةِ وَالرِّيَاءِ فَيُحْتَرَزُ عَنْهَا لِاَنَّهُمْ لَا يُرِيدُونَ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ
تَعَالٰى یعنی یہ تمام افعال سمعہ و ریا سے ہوتے ہیں ان سے احتراز کرنا چاہیے اسلئے کہ لوگ اس سے خلوص کی نیت
نہیں رکھتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی افعال اگر بدون ریا و سمعہ کے ہوں تو جائز ہیں اگر ریا سے کسی فعل میں
حرمت یا کراہت پائی جاتی ہو تو خواہ مخواہ سو وقت جائز خیال کیا جائیگا جب ریا سے خالی ہو فتاوی
عالمگیری میں تاتارخانی سے منقول ہے يَتَصَدَّقُ الْوَلِيُّ بِنِيَّةِ الْمَيِّتِ سَبْعَةَ اَيَّامٍ وَاِنْ زَادَ
فَالْحَسَنَةُ وَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَثَلَاثَةُ اَيَّامٍ وَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَيَوْمًا وَاحِدًا اَوْ سُنَّتُهُ
اَنْ يَتَصَدَّقَ قَبْلَ مُضِيِّ اللَّيْلَةِ الْاُوْلٰى مَا تَيَسَّرَ وَاِنْ لَمْ يَجِدْ شَيْئًا فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ
یعنی ولی میت کو چاہیے کہ روز موت سے سات دن تک صدقہ دے اگر زیادہ ایام تک دیتا رہے تو بہتر ہے اگر
مقدور نہ ہو تو تین دن تک دے سنت یہ ہے کہ حسب مقدور وفات کی اول شب گزرنے سے قبل صدقہ دے اگر
بالکل بے مقدور ہو تو چاہیے کہ دو رکعت نماز ادا کرے بحر الرائق میں ہے مَنْ صَامَ اَوْ صَلّٰى اَوْ تَصَدَّقَ
وَجَعَلَ الثَّوَابَ لِغَيْرِهِ مِنَ الْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ يَصِلُ ثَوَابُهُ اِلَيْهِمْ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ
وَالْجَمَاعَةِ كَذَا فِي الْبَدَائِعِ یعنی کسی نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ دیا اور اسکا ثواب زندہ یا مردہ کو بخشا تو یہ
ثواب اہل سنت جماعت کے مذہب میں مردے کو پہنچتا ہی ایسا ہی بدائع میں ہے شرح برزخ میں ہے رُوْحُ الْمَيِّتِ
يُرَخَّصُ لَهٗ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ فَيَجِيءُ بَيْتَهٗ اِلٰى سَبْعَةِ اَيَّامٍ ثُمَّ يَأْتِي فِي الْاَوْقَاتِ الْفَاضِلَةِ

یعنی روح میت کو رخصت ہوتی ہے ہر شب میں اپنے گھر آتی ہے سات دن تک پھر ایام فاصلہ میں اجازت گھر جانیکی ملتی ہے شرح برزخ میں ہے یَنْبَغِیْ اَنْ یُّوَاظِبَ عَلَی الصَّدَقَۃِ لِلْمَیِّتِ اِلٰی سَبْعَۃِ اَیَّامٍ وَقِیْلَ اِلٰی اَرْبَعِیْنَ فَاِنَّ الْمَیِّتَ یَشُوْقُ اِلٰی بَیْتِہٖ یعنی روز موت سے سات دن تک صدقہ دینا مردہ کیلئے مستحب ہے اور بعضوں نے کہا ہے چالیس دن تک اسلئے کہ ان دنوں میں میت شوق سے اپنے مکان پر آتی ہے لآلی فاخرہ فی تذکرۃ الآخرہ میں ہے یُکْرَہُ لِاَھْلِ الْمَیِّتِ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ لِلْاَقْرِبَاءِ وَالْاَغْنِیَاءِ اِلٰی ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ فَیُکْرَہُ لَھُمْ اَکْلُہٗ اَمَّا بَعْدَ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ فَاتِّخَاذُ الطَّعَامِ لَا یُکْرَہُ لَا لِرُوْحِ الْمَیِّتِ وَلَا لِاَھْلِ الضِّیَافَۃِ وَلَا یُکْرَہُ الْاَکْلُ مِنْہُ لَا لِلْغَنِیِّ وَلَا لِلْفَقِیْرِ یُدْعٰی عَلَیْہِ اَوْ یُرْسَلُ اِلَیْہِ یعنی روز موت سے تین دن تک اہل میت کو کھانا پکانا اپنے قرابا غنیار کے لئے مکروہ ہے اور اسکا کھانا بھی انپر مکروہ ہے مگر بعد تین دن کے کھانا پکانا مکروہ نہیں ہے نہ روح میت کے لئے نہ اہل ضیافت کے لئے اور غنی اور فقیر کو اسکا کھانا مکروہ نہیں ہے عام ازینکہ انکو اپنے گھر بلائیں یا انکے مکانوں پر کھانا بھیجیں یہ وہ کھانا ہے جسے عرف میں بھاجی کہتے ہیں شرح اوراد میں کبریٰ سے منقول ہے لَوْ تَصَدَّقَ عَلَی الْمَیِّتِ اَوْ دَعَا لَہٗ بَعَثَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَی الْمَیِّتِ ذٰلِکَ عَلٰی طَبَقٍ مِّنْ نُوْرٍ

یعنی اگر میت کیلئے صدقہ دیا یا دعا کی اسکو اللہ تعالیٰ میت کے پاس طبق نور میں بھیجتا ہے شرح اوراد میں ہے فِیْ کِفَایَۃِ الشَّعْبِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَصَدَّقَ الرَّجُلُ بِنِیَّۃِ الْمَیِّتِ اَمَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنْ یَّحْمِلَ عَلٰی قَبْرِہٖ مَعَ سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَلَکٍ فِیْ اَیْدِیْ کُلِّ مَلَکٍ نُوْرٌ فَیَحْمِلُوْنَ اِلٰی قَبْرِہٖ فَیَقُوْلُوْنَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَلِیَّ اللّٰہِ ھٰذِہٖ ھَدِیَّۃُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ اِلَیْکَ قَالَ فَیَتَلَأْلَأُ قَبْرُہٗ وَاَعْطَاہُ اللّٰہُ اَلْفَ مَدِیْنَۃٍ فِی الْجَنَّۃِ وَزَوَّجَہُ اَلْفَ حَوْرَاءَ وَاَلْبَسَہٗ اَلْفَ حُلَّۃٍ وَقَضٰی اَلْفَ حَاجَۃٍ یعنی کفایۂ شعبی میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

آپنے فرمایا جسوقت کوئی شخص کسی میت کی نیت سے صدقہ دیتا ہی اللہ تعالی جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرماتا ہے
کہ اسکی قبر کے پاس ستر ہزار فرشتونکے ساتھ لیجاؤ اسطورپر کہ سب کے ہاتھ میں نور ہو یہ فرشتے اس صدقہ کو اُس
مُردہ کی قبر کے پاس لیجاتے ہیں پھر کہتے ہیں السلام علیک یا ولی اللہ فلان شخص نے جو فلان شخص کا بیٹا ہی یہ ہدیہ
تمھارے پاس بھیجا ہی اس سے اُسکی قبر روشن ہوجاتی ہی اور اللہ تعالی ہزار شہر اسکو بہشت میں دیتا ہی اور ہزار
حور شادی کیلئے دیتا ہے اور ہزار حلہ پہناتا ہے اور ہزار حاجت بر لاتا ہے کنز العباد میں ہے فِی الْکُبْرٰی
اِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ لِلتَّعْزِیَۃِ اَوْ لِغَیْرِهَا وَیَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ یَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنُوْا
مُتَوَجِّهِیْنَ اِلَی الْقِبْلَۃِ حَالَۃَ الْقِرَاءَۃِ حَتّٰی لَا یَشْتَغِلُوْا بِمَا لَا یَعْنِیْهِ لَا سِیَّمَا بِالْقِیَامِ لِمَجِیْ وَاحِدٍ
وَذٰلِکَ مَحْظُوْرٌ لِاَنَّ حُرْمَۃَ الْقُرْاٰنِ کَحُرْمَۃِ الصَّلٰوۃِ یعنی جسوقت لوگ تعزیت کے لئے یا کسی
دوسرے کام کیلئے جمع ہوں اور سب ملکر قرآن پڑھیں تو یہ ضرور ہے کہ سب کے سب قرآن پڑھنے کیوقت قبلہ کیطرف
متوجہ ہوں تاکہ عبث کاموں کیطرف متوجہ نہوں خصوصاً کسیکے آنیسے کھڑے نہوں یہ ممنوع ہی اسلئے کہ قرآن
کی حرمت نماز کی حرمت کے برابر ہی کنز العباد میں ہے فِی جَوَامِعِ الْفِقْهِ قَالَ بَعْضُ مَشَائِخِ بُخَارَا
تَعْزِیَۃُ الْحَاضِرِ ثَلٰثَۃُ اَیَّامٍ وَتَعْزِیَۃُ الْغَائِبِ یَوْمٌ وَّاحِدٌ یعنی بعض مشائخ بخارا نے کہا کہ حاضر کی تعزیت
تین دن اور غائب کی تعزیت ایکدن ہے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ مکتوب یازدہم میں تحریر فرماتے ہیں
سوال ششم آنکہ طعام بروح میت در سوم یا دہم وچہلم دادن در سوم از کجاست مخدوما طعام دادن
للّٰہ تعالی بے رسم وریاء وثواب آنرا بمیت گزرانیدن بسیار خوب ست عبادت بزرگ اما تعین وقت را اصل
معتمد علیہ ظاہر نمیشود وروز سوم گل دادن در مردان بدعت ست آرے در زنان خوشبوئی آوردن در روز
سوم آمدہ ست برائے رفع سوگ کہ غیر از منکوحہ را از اہل قرابت زیادہ از سہ روز سوگ داشتن مشروع نیست
پس در سوم خوشبوئی بیارند تا زنان دیگر غیر از منکوحہ میت از سوگ بر آیند۔ سراج المنیر میں ہے وَیُسْتَحَبُّ
اَنْ یَّتَصَدَّقَ عَنِ الْمَیِّتِ بَعْدَ مَوْتِهٖ سَبْعَۃَ اَیَّامٍ یعنی مستحب ہے کہ میت کا صدقہ دیا جائے

سات دن تک مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں و آثار این عالم و
صدقات و فاتحہ و تلاوتِ قرآن دراں بقعہ کہ مدفن اوست واقع شود بہ سہولت نافع میشود

چوتھا باب اثباتِ جوازِ صدقاتِ موتیٰ کا احادیث سے

احادیث متعددہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صدقہ موتیٰ کو مفید ہے شرح اور اد میں ہے
قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَاتِیْ عَلَی الْمَیِّتِ لَیْلَۃٌ اَشَدُّ مِنْ لَیْلَۃِ الْاَوَّلِ
فَارْحَمُوْا مَوْتَاکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّدَقَۃِ یعنی آپ نے فرمایا کہ میت پر پہلی رات سے زیادہ سخت کوئی رات
نہیں گزرتی پھر اپنے موتیٰ پر رحم کرو صدقہ سے عَنْ مَرْیَمَ بِنْتِ فَرْوَۃَ اَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَیْنٍ
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَمَّا حَضَرَتْہُ الْوَفَاۃُ قَالَ اِذَا اَنَا مِتُّ فَشُدُّوْا عَلٰی بَطْنِیْ عِمَامَۃً فَاِذَا
رَجَعْتُمْ فَانْحَرُوْا وَاَطْعِمُوْہُ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ یعنی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے
اپنے مرنے کے قریب وصیت کی جبکہ میں مرجاؤں تو استوار کرو میری پیٹ پر پگڑی پھر جب تم بعد دفن
پھرو تب اونٹ ذبح کرو اور لوگوں کو کھلاؤ اسکو حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں لکھا ہے حافظ ابن حجر
عسقلانی نے مطالب العالیہ میں روایت کیا ہے قَالَ اَحْمَدُ فِی الزُّہْدِ حَدَّثَنَا ہَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ
ثَنَا الْاَشْجَعِیُّ عَنْ سُفْیَانَ قَالَ قَالَ طَاؤُسٌ اِنَّ الْمَوْتٰی یُفْتَنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِہِمْ سَبْعًا
فَکَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ یُّطْعَمَ عَنْہُمْ تِلْکَ الْاَیَّامَ یعنی طاؤس نے کہا کہ اموات سات دن تک
اپنی قبروں میں آزمائش کئے جاتے ہیں پھر صحابہ اس امر کو مستحب خیال کرتے تھے کہ ایام فتنہ میں انکی لئے
کھانا کھلایا جاوے اور ابونعیم نے حلیہ میں بھی اسکو روایت کیا ہے ائمہ حدیث نے اس روایت کی تصحیح کی ہے
فَکَانُوْا سے مراد یہاں فعل صحابہ ہے چنانچہ ائمہ حدیث نے اسپر تصریح کی ہے علامہ سیوطی نے رسالہ طلوع الثریا
باظہار ماکان خفیا میں اس حدیث کی نہایت عمدگی سے تفصیل کی ہے جسکا مختصر یہ ہے کہ سات دن تک جو

مُردہ اپنی قبروں میں آزمائے جاتے ہیں بہت سے اماموں نے اپنی کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہی امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب الزہد میں اور حافظ ابونعیم اصبہانی نے کتاب حلیہ میں امام طاؤس کی سند سے جو منجملہ ائمہ تابعین ہیں اور ابن جریج نے اپنی تصنیف میں عبید بن عمیر کی سند سے جو تابعین میں بہ نسبت طاؤس کے بڑے امام ہیں اور بقول بعض صحابی ہیں اور حافظ زین الدین بن رجب نے اپنی کتاب اہوال القبور میں مجاہد اور عبید بن عمیر کی طرف نسبت کیا ہی یہ تینوں روایتیں مرسل مرفوع کے حکم میں ہیں چنانچہ اسکا بیان کیا جائیگا اور عبید بن عمیر کی روایت میں یہ زیادہ ہے اِنَّ الْمُنَافِقَ یُفْتَنُ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا یعنی منافق چالیس دن تک اپنی قبر میں آزمایا جاتا ہے اس روایت کو حافظ ابو عمر بن عبد اللہ نے اپنی تمہید میں اور امام ابو علی الحسین بن رشیق مالکی نے موطا کی شرح میں لکھا ہے اور امام ابو زید عبد الرحمن جذولی مالکی نے جو امام ابی محمد بن ابی زید کے رسالہ کی شرح لکھی ہی اور امام ابو القاسم بن عیسیٰ بن ناجی مالکی نے شرح رسالہ میں اس روایت کا ذکر کیا ہی اور ذکر اس روایت کا جو امام طاؤس سے سند ہے امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب الزہد میں لکھا ہی ہاشم بن القاسم نے اشجع سے روایت کی ہی کہ سفیان کہتے ہیں کہ طاؤس نے یہ کہا ہی اِنَّ الْمَوْتٰی یُفْتَنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِهِمْ سَبْعًا وَكَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ یُّطْعَمُوْا عَنْهُمْ تِلْكَ الْاَیَّامَ یعنی اموات اپنی قبروں میں سات دن تک مبتلا رہتے ہیں صحابہ اس امر کو مستحب جانتے تھے کہ انکے ثواب رسانی کیلئے سات دن تک انکی طرف سے فقراء کو کھانا کھلایا جائے حافظ ابونعیم نے حلیہ میں لکھا ہی کہ ہاشم بن قاسم نے اشجع سے روایت کی ہی کہ عثمان طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ اِنَّ الْمَوْتٰی یُفْتَنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِهِمْ سَبْعًا فَكَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ یُّطْعَمَ عَنْهُمْ تِلْكَ الْاَیَّامَ یعنی اموات اپنی قبور میں سات دن تک مبتلا رہتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ اندنوں میں انکی طرف سے فقراء کو کھانا کھلایا جائے وہ روایت کہ عبید بن عمیر سے سند ہے اور ابن جریج نے اپنی تصنیف میں حارث بن ابی الحارث سے روایت کی ہی یہ ہے یُفْتَنُ رَجُلَانِ مُؤْمِنٌ وَّمُنَافِقٌ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَیُفْتَنُ سَبْعًا وَاَمَّا الْمُنَافِقُ فَیُفْتَنُ

أَدْ بَعِيْنَ صَبَاحًا یعنی عبید بن عمیر نے کہا ہی کہ مومن اور منافق اپنی قبروں میں مبتلا رہتے ہیں
مومن سات دن اور منافق چالیس دن اس باب میں کئی وجہ سے بحث ہے **پہلی وجہ** حدیث اوّل کے
رواۃ سب رجال سند صحیح کے ہیں اور طاؤس کبار تابعین میں سے ہیں ابو نعیم نے حلیہ میں لکھا ہی کہ وہ
طبقۂ اوّل ہیں اہل یمن سے اور ابو نعیم نے کہا ہی کہ طاؤس کہتے ہیں کہ مینے پچاس صحابہ کو دیکھا ہی اور
بعضوں نے انسے روایت کی ہی کہ مینے ستر صحابہ کو دیکھا ہی ابن سعید کہتے ہیں کہ نوّے پر کئی سال
گزرے تھے جو انہوں نے انتقال کیا ہی اور سفیان جو انکے شاگرد ہیں وہ سفیان ثوری ہیں اور معفر
لکھتے ہیں کہ سنہ ایکسو دس پر کئی سال تھے جو طاؤس مرے اور سفیان سنہ ستانوے میں پیدا ہوئے ہیں روایت
سفیان ثوری کی بواسطہ ہے اور ابن جریج کا نام عبید اللہ بن عبد الرحمن ہے اور ابن عبد الرحمن مشہور ہیں
اور سند ثانی عبید بن عمیر یہہ بنی لیث ہیں مکہ میں وعظ کہتے تھے مسلم بن حجاج صاحب صحیح کہتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے زمانہ میں وہ پیدا ہوئے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھا بھی ہے تو صحابی ہوئے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مکہ میں وعظ کہا کرتے تھے اور مکہ میں سب سے پہلے انہوں نے
وعظ کہا ہے اور عبد اللہ بن عمرؓ کے سامنے مرگئے ہیں حارث بن عبد الرحمن بن سعد بن ابی ذباب دوسی ہیں
بخاری نے افعال عباد میں اور مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابن جریج اور اثاوردی وغیرہ نے انسے روایت کی ہی
اور ابن جریج وہ امام عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج الاموی ہیں امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ سب سے
پہلے انہوں نے تصنیف کرنا شروع کیا ہی اور ابن عیینہ کہتے ہیں کہ مینے سنا کہ ابن جریج کہتے تھے کہ میری طرح
کسی نے علم کو مدوّن اور مرتب نہیں کیا ہے اور بہت تابعین سے انہوں نے روایت کی ہی اور ۱۴۹ھ میں مرے ہیں
اور ایکسو برس سے زیادہ انکی عمر ہوئی ہے **دوسری وجہ** فن حدیث اصول میں یہ امر ثابت ہوا ہے کہ جس
امر میں عقل کو مجال دخل نہو جیسے امور برزخ و امور آخرت اسمیں جو حکم پایا جاوے وہ روایت مرفوع ہوگی
نہ موقوف اگرچہ راوی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک نسبت نہ کی ہو عراقی الفیہ میں لکھتے ہیں جو صحابی سے

ثابت ہوا اور سمیں عقل کو دخل نہو تو وہ مرفوع ہے الفیہ کی شرح میں ہے کہ جو امر کہ صحابی پر موقوف ہو اور
وہ قول رائے پر مبنی نہو تو اسکا حکم مرفوع کا ہی چنانچہ امام فخر الدین رازی نے محصول میں لکھا ہی کہ صحابی
جب ایسی بات کہیں کہ اجتہاد کو اُسمیں مجال نہو تو باعتبار اسکے کہ صحابہ کے ساتھ ہمارا خیال نیک ہے یہی خیال
کرینگے کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا اور محصول میں جو لکھا ہی وہ بہت اماموں نے
لکھا ہی جیسے ابی عمر بن عبد البر وغیرہ حافظ ابو الفضل بن حجر نے نخبہ کی شرح میں اُس حدیث کے جو حکماً
مرفوع ہی یہ مثال لکھی ہے کہ صحابی ایسا امر کہیں جسمیں اجتہاد کو دخل نہیں ہے اور نہ اسمیں لغت اور شرح
غریب کی حاجت پڑی جیسا زمانہ ماضی کا ذکر کہ عالم کیونکر پیدا ہوا اور انبیا علیہم السلام کے اخبار یا وہ
امور کہ آئندہ آئینگے مثلاً لڑائیاں اور فتنے اور قیامت کے احوال اور افعال پر ثواب عذاب خاص کا ہونا
ان سب کا حکم حدیث مرفوع کا ہے اسلئے کہ اخبار اس امر کے مقتضی ہیں کہ انکا کوئی مخبر ہوا اور جس امر میں اجتہاد
کی مجال نہو تو صرف اسکے کہنے والے صحابہ پر موقوف نہیں ہو سکتا ہے جب ایسا ہوا تو اسکا وہی حکم ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تو وہ حدیث مرفوع ہوتی اور اس امر کی مثال جو حکماً مرفوع ہی یہ ہے کہ صحابہ
ایسا کام کریں جسمیں اجتہاد کی مجال نہو تو اسکو بمنزلہ اس فعل کے تصور کرینگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہی حافظ ابن حجر نے اپنی نکت میں ابن صلاح سے یہ لکھا ہے کہ صحابی کا وہ قول جسمیں اجتہاد نہیں ہے
اسکا حکم مرفوع کا ہی جیسے اخبار ماضیہ خلقت کا پیدا ہونا اور انبیاء کی حالت اور امور آئندہ جیسی لڑائیاں
اور فتنے اور قیامت اور بہشت اور دوزخ کا ذکر اور افعال پر ثواب اور عذاب کا ہونا چونکہ یہ سب وہ امور
ہیں جنمیں اجتہاد کو مجال اور دخل نہیں ہے اسکو مرفوع کے حکم میں داخل کرینگے ابو عمرو الدانی کہتے ہیں کہ صحابی
کبھی ایسی بات کہتے ہیں کہ موقوف ہوتی ہی تو اہل حدیث اسکو اپنی سند میں لاتے ہیں کہ قول صحابہ کا موقوف رہنا
ممتنع ہی ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ امر تمام خلقت کا معتمد ہے ائمہ کی کتب میں صحیح بخاری و مسلم و امام شافعی
و ابی جعفر طبری و ابو جعفر طحاوی و ابو بکر بن مردویہ کی تفسیر مسند میں بیہقی اور ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ

ایسے قول کی سند ہونے پر اجماع ہے اور حاکم نے اسپر جزم کیا ہے اور فخر الدین رازی نے محصول میں کہا ہے کہ
صحابی ایسا امر بیان کریں کہ جسمیں اجتہاد کو مجال نہیں ہے تو اسکو یہی حمل کرینگے کہ انہوں نے سنا ہے کیونکہ جب
اسمیں اجتہاد نہیں ہے تو کوئی امر اسکے سوا نہیں ہو سکتا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا اسکے بعد
حافظ جلال الدین سیوطی نے بہت سی احادیث مرسل لکھی ہیں جنہیں محدثین نے مرفوع تحریر کیا ہے اور ان
محدثین کے نام بھی لکھے ہیں **تیسری وجہ** طاؤس کے اثر کا حکم حدیث مرفوع مرسل کا ہے اور مرفوع مرسل
کی اسناد تابعی کی طرف صحیح ہے اور حجت ہے باتفاق امام ابو حنیفہ و مالک و احمد کہ انہوں نے اسمیں کچھ شرط
نہیں لگائی ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ اثر جبتک قوت نہ پائے حجت نہیں ہوتی ہے اور جن امور سے اسکو قوت
ہوتی ہے وہ اپنی محل میں مذکور ہیں ایک یہ ہے کہ وہ اثر کسی اور سند سے بھی مرسل مروی ہو یا کسی صحابی کا فعل
جو اسکی موافق ہو تو یہ قوت یہاں موجود ہے کہ مجاہد اور عبید بن عمیر نے بھی اس اثر کو روایت کیا ہے اور
عبید بن عمیر اگر صحابی نہیں ہیں تو تابعی ہیں پھر انکی دونو روایت مرسل اس مرسل کی تائید کرتے ہیں
ترمذی نے اپنی کتاب کے آخر میں کہا ہے کہ ابو بکر علی بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یحیی بن سعد
کہتے ہیں کہ مجاہد کے مرسلات بہ نسبت مرسلات عطا بن ابی رباح کے مجکو بہت پسند ہیں کہ عطا ہر قسم سے
روایت کرتے ہیں علی کہتے ہیں کہ میں نے یحیی سے کہا کہ مجاہد کے مرسلات اچھے ہیں یا طاؤس کے مرسلات تو یحیی نے
کہا کہ دونو قریب ہیں اور اگر عبید بن عمیر کی صحبت کے ہم قائل ہو جائیں تو یہ حدیث مرفوع متصل ہوگی
اور طاؤس کی روایت اسکی شاہد قوی ہے جو مرتبہ صحت پہ اسکو ترقی دیتی ہے اور امام نووی شرح مسلم
میں لکھتے ہیں کہ جب دوسری سند سے متصلا روایت ہوتی ہے اور وہ حجت ہو جاتی ہے تو اس مسئلہ میں یا دو حدیث
صحیح ہو گئی ہیں **چوتھی وجہ** تابعی کی روایت میں ہے فکانوا یستحبون یعنی کانوا یفعلون
اسمیں اہل حدیث اور اہل اصول کے دو قول ہیں پہلا قول یہ ہے قول بھی مرفوع ہے یعنی انکے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کام کرتے رہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی اطلاع کرتے تھے

اور اس امر کی تقریر ہو چکی تھی دوسرا قول یہ قول صحابہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچا ہے
پھر اسمیں اختلاف ہے سب صحابیوں کا قول ہے تو اجماع ہوا یا کسی کا ہے یا کسی کا نہیں ہے اور یہی صحیح ہے امام نووی
شرح مسلم میں رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ قول تابعی اسپر دلالت کرتا ہے کہ بعض صحابہ کا
قول ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ دلالت کرتا ہے کہ سب امت کا فعل ہے یا بعض کا اور بعض ساکت ہے یا تمام صحابہ
اسطرح کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہوتا رہا اور آپ نے انکار نہ فرمایا اور رافعی نے شرح مسند
میں لکھا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ یہ امر اس عہد میں بے انکار مشہور تھا پھر قول طاوس کا کَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ اگر مرفوع
ہے جیسا کہ قول اول ہے تو یہ قول تتمہ حدیث مرسل کا ہے تو اس حدیث سے دو امر حاصل ہوے ایک یہ کہ
یہ امر اعتقادی ہے یعنی سات دن تک میت اپنی قبروں میں مبتلا رہتے ہیں دوسرے یہ کہ یہ حکم شرعی فرعی ہے
یعنی اس مدت سات دن تک میت کے ثواب کے لئے صدقہ دینا اور کھانا کھلانا مستحب ہے جیسا کہ دفن کرنے کے بعد
ایک ساعت قبر پر ٹھہرے رہنا مستحب ہے اور یہ دونوں امور مرسل الاسناد ہوے کہ تابعی نے مطلق بیان کیا اور صحابہ
کا نام نہ لیا جن سے یہ حدیث انکو پہنچی ہے تو جو محدث کہ حدیث مرسل کو مطلق قبول کرتے ہیں انکے نزدیک تو
قبول ہی ہے اور جو بشرط عضد و قوت قبول کرتے ہیں وہ اسوجہ سے قبول کرتے ہیں کہ مجاہد اور عبید بن عمیر سے
یہ حدیث روایت ہوئی ہے تو اب اس مرسل سے احتجاج میں کسیکو اختلاف نہ رہا اور اگر فَكَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ کو صحابہ
روایت کرتے ہیں اور اجماع مراد ہے تو یہ قول متصل ہے کیونکہ طاوس نے اکثر صحابہ کی صحبت پائی ہے تو بالمشافہ
روایت کی ہے اور جن سے کہ صحبت نہیں پائی ہے انسے روایت بالبلاغ کی ہے اور اگر کسی صحابہ سے روایت کی ہے
جیسا قول ثالث ہے جو صحیح ہے تو ان صحابہ سے کہ انکو ادراک کیا ہے پھر یہ حدیث متصل ہوئی اور اس وقت
بھی حدیث انہی امور پر شامل ہے جنہیں ہمنے ذکر کیا ہے ثانی یہ کہ یہ حدیث متصل ہے چنانچہ ظاہر ہے اور
اول یہ کہ مرسل ہے جیسا اوپر تقریر کی گئی یہ ایسا قول ہے کہ سوا صحابی کے اسکو اور کوئی نہیں کہہ
سکتا ہے اور چونکہ تابعی نے مطلق کہا ہے اور صحابی کا ذکر نہیں کیا ہے جس سے یہ روایت انکو پہنچی ہے تو مرسل

ہوئی تو اس بنا پر ثانی یعنی سب صحابہ سے یا بعض صحابہ سے منقول ہونا اس مرسل کیلئے قوت دیتا ہے اور
اعتضاد کی وجہ یہہ بھی ہی کہ فعل صحابہ اسکی موافق ہو تو ان دو عاضد کے سوا ایک عاضد ہے اور وہ
دونو عاضد مجاہد اور عبید بن عمیر کا قول ہے تو اس حدیث میں ایک جملہ مرفوعہ مرسلہ اور ایک جملہ موقوفہ متصلہ ہے
جو اس جملہ مرسلہ کا مددگار ہے اور طاؤس نے جو اس طرح سے روایت کیا تو مقصود انکا یہہ ہے کہ حکم شرعی کی وجہ معلوم ہو
کہ سات دن تک موتی کیلئے کھانا کھلانا مستحب ہے اور اُسکا سبب ذکر کیا ہے کہ موتی ان دنوں اپنی قبر میں فتنہ میں
مبتلا رہتے ہیں اسلئے فکانو ایستحبون پر ف تفریع کی لائے ہیں اسکی نظیر جامع ترمذی میں اور بیہقی کے
شعب الایمان میں زہری کا قول ہی اِنَّمَا کُرِہَ الْمِنْدِیْلُ بَعْدَ الْوُضُوْءِ لِاَنَّ مَاءَ الْوُضُوْءِ
یُوْزَنُ یعنی وضو کے بعد رومال سے پوچھنا مکروہ ہے اسلئے کہ وضو کا پانی وزن کیا جاتا ہے زہری جو تابعی ہیں
اُنھوں نے حکم شرعی کی علت بیان کی ہی یعنی وضو کے اعضا کی تری رومال سے پوچھی جاوے اسکا سبب
صرف احادیث مرفوعہ سے معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ وضو کی تری کا وزن ہونا ایک امر موقوف ہے جو ایک امر قیامت کا
ہے اور احادیث جو بجائے علت کے وارد ہوئی ہے مرسل ہے جسمیں صحابہ کا نام محذوف کیا گیا ہی شرح مسلم کے
آخر میں نووی لکھتے ہیں کہ اگر فتوی دینے کی حاجت ہو تو صحابی کا مضمون حدیث مفتی فتوی دے سکتے ہیں
پر مرفوعاً روایت نہیں کر سکتے ہیں اور کبھی مرفوع بھی روایت کر سکتے ہیں اور رافعی اپنی شرح مسند میں لکھتے ہیں کہ
حجت والے اسکی ساتھ حجت پکڑتے ہیں اور بحوالہ حدیث فتوی دیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف
اسکو سند نہیں کر سکتے ہیں اور طاؤس کا اثر ایک اور امر کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ جملہ اولی متصل ہے کہ
صحابہ موتی کیلئے ان سات دنوں میں کھانا دینا مستحب جانتے تھے تو یہ اخبار صریح ہی کہ صحابہ کو یہہ امر معلوم تھا
اور ان ایام فتنہ قبر میں یہ کام کرتے رہتے تھے تا وقت فتنہ کے ثابت ہیں اور جب صحابہ کو معلوم ہوا تو اسکا
موقوف کرنا نسیان ہے چنانچہ اسکی تقریر بیان ہوئی تھی یہ حدیث مرفوع متصل ہوئی نہ مرسل کیونکہ طاؤس نے جو
صحابہ سے نقل کیا ارسال زائل ہو گیا اور اتصال ثابت ہو گیا اسی لئے سیوطی نے اپنی ارجوزہ میں لکھا ہے کہ اسکی سند

صحیح ہی مرسل ہے اور ایسی جہت سے روایت ہوتی ہی کہ متصل ہو اگرچہ بظاہر مرسل ہی پر اسکا متصل ہونا
ظاہر ہے بدینوجہ کہ طاؤس نے ان ایام میں کھانا کھلانیکا استحباب صحابہ سے نقل کیا ہے اس سے یہ بات معلوم ہوتی
ہی کہ فتنہ کا تحقق صحابہ کو معلوم تھا اور اس امر کی طاؤس نے اسکو مرسل کیا ہے اور صحابی کا نام
نہیں لیا ہے یہ لطف ہے کہ یہ امر صحابہ میں مشہور تھا اور جن صحابیوں سے انہوں نے وہ روایت کی ہی وہ اتنے
بہت ہیں کہ نام لینے کی حاجت نہ تھی اسلئے کہ سب کا نام لینا بہت طول ہے تھا اور ایک دو کے نام لینے سے یہ
خیال ہوتا ہے کہ یہ امر صرف انہی ایک دو سے سنا ہوگا نہ اوروں سے انکے سوا اور خصوصاً یہ صیغہ استمرار پر دلیل ہے
کہ سب امت یہ کام کرتے رہتے تھے تو نام نہ لینا بہت بلیغ ہوا بہرحال یہ حدیث مقبول ہے اور حجت ہے
اسلئے کہ بحث یہ ہے کہ یہ حدیث یا متصل ہے یا مرسل ہے جسکو مرسل دوم تقویت دیتی ہی اور یہ فعل سب
صحابہ کا ہی یا چند صحابہ کا یا تمام امت کا بہرحال یہ کلام اسمیں ہے کہ یہ حدیث باعتبار فن حدیث و
اصول کی مقبول و حجت ہے، پانچویں وجہ امام عبدالجلیل بن موسی القصری نے شعب الایمان میں لکھا ہے
اور ابو زید جزولی نے رسالہ ابن ابی زید کی شرح میں نقل کی ہے کہ برزخ تین طرح ہی مکان زمان
حال مکان قبر سے علیین تک کہ اسمیں سعداء کی روح رہتی ہے اور قبر سے سجین تک اسمیں اشقیا
کی روح رہتی ہی زمان جب سے کہ تمام خلقت جن اور آدمی اور سب مخلوق مری ہے اور مرتی جاتی ہی اور
قیامت تک اسمیں رہیگی حال یا نعمت خوش عیشی ہے یا عذاب ہے یا قیدی ہیں کہ فرشتوں کے سوال اور
جواب کے بعد مخلصی پائینگے جو امتحان اور فتنہ کیلئے مقرر ہیں کلام تمام ہوا اور اس کلام سے او محبوسة
حتی یتخلص من الملکین الفتانین سے یہ ظاہر ہے کہ فتنہ قبر ایک مدت ہوتا ہے، اور اس مدت تک جو سات
دن ہیں ارواح محبوس رہتی ہیں پھر چھوڑ دیجاتی ہیں تو قول انکی تائید ہے اور حافظ ابن رجب نے کتاب
اہوال القبور میں مجاہد سے روایت کی ہی کہ وقت دفن سے سات دن تک قبروں کا ارواح رہتی ہیں اس سے
جدا نہیں ہوتی ہیں آثار ہیں ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں چھٹی وجہ سب علما کا اسپر اتفاق ہے کہ فتنہ

منکر و نکیر کا سوال مراد ہے اور احادیث اسمیں صریح ہیں ساتویں وجہ کوئی یہ اعتراض کرتا ہے کہ تمام
احادیث میں سات دن کے ذکر کی تصریح نہیں ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکی نفی کی بھی تصریح نہیں ہے اور نہ
یہ تعرض ہے کہ فتنہ ایکبار ہوگا یا زیادہ بلکہ وہ مطلق ہے ایکبار پر یا زیادہ پر صادق آتا ہے جب ذکر سات
دن کا بوجہ مقبول آیا ہے تو اسکا قبول واجب ہے اور اہل حدیث کے نزدیک ثقات کی زیادتی جو قبول ہوتی ہے
یہ بھی اسی قسم سے ہے اور اہل اصول مطلق کو مقید پر حمل کرتے ہیں آٹھویں وجہ اگر یہہ کہا جائے کہ بعد روز
اول کے جو سوال ہوتا ہے یہ آیا ذکر جدید ہے یا ذکر سابق کی تاکید ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تاکید ہے اور فتنہ
صرف ایک ہی سوال ہوگا کہ اسکے رب اور دین اور نبی کا سوال کرینگے اور جواب بھی ایک ہی ہے کہ
سوال کے بعد دوبارہ کیا جائیگا اور پہلا جواب تاکید کے لئے ہے اور حدیث وارد ہے کہ سوا ان باتوں کے
اور کچھہ نہ پوچھا جائیگا اسپر سب علما کا اتفاق ہے نویں وجہ اگر کوئی کہے کہ مکرر کرنے میں سات دن کی کیا
حکمت ہے اور کیا ذکر اول کافی نہ تھا تو جواب اسکا یہ ہے کہ سوال کرنے سے یہ مقصود نہیں ہے کہ جو حال
مردہ کا ہے وہ معلوم کیا جائے یا جب مردے نے جواب دیا تب اسکا حال معلوم ہوا معاذ اللہ کوئی عاقل یہہ
خیال نکریگا اللہ تعالی سوال سے پہلے جو اسکا حال ہے سب جانتا ہے بلکہ فرشتے بھی جانتے ہیں چنانچہ
صحیح میں وارد ہے کہ فرشتے اسکا جواب سنکر کہینگے کہ تو آرام سے سو رہ ہم جانتے تھے کہ تو مومن ہے
اور اس سوال جواب سے کئی فائدے ہیں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف اور
آپکی خصوصیت فضیلت تمام انبیاء پر ظاہر ہوتی ہے یہ سوال صرف آپکی تعظیم کیلئے مقرر ہوا ہے ہر مردے
سے اسکی قبر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرائی جائیگی اور کسی نبی کو یہ رتبہ نہیں ملا ہے حضرت نے
فرمایا کہ اہل قبر کو میرے باب میں فتنہ ہوگا اور میرا انکی سوال ہوگا یہ حدیث احمد اور بیہقی نے بسند صحیح
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے دسویں وجہ سات کا عدد جو اس حدیث میں
ذکر کیا گیا اسکی پہلے مناسبت یہ ہے کہ سات اور تین کا عدد شرع میں بہت واقع ہے جہاں تکرار ہوتی ہے

وہاں تین یا سات کا عدد لیا جاتا ہے۔ وضو میں تین بار دھونے کا حکم ہے اور کتے کی نجاست میں سات بار
دھونیکا حکم ہی آیا ہے فتنۂ قبر میں جو مومن پر وارد ہوتا ہے سات دن کا حکم ہے دوسری مناسبت یہ ہے کہ
صراط پر سات گھاٹیاں ہیں اور ایک روایت ہے کہ سات پل ہیں اور حلیمی لکھتی ہیں کہ سوال قبر صراط پر
ٹھہرنے کی مشابہ ہی سات دن تک سوال ہونا لہیا ہے کہ صراط پر سات جگہہ ٹھہرتا ہے تیسری مناسبت
یہ ہی کہ اکثر احکام شرعیہ میں تین بار کا حکم ہوتا ہے اور سات بار بہت کم وضو وغسل وتسبیحات رکوع وسجود
تین بار ہوتی ہیں اور طواف کے شوط وسعی اور نماز عید کی رکعت اولی کی تکبیرات اور استسقا سات
بار ہوتی ہیں تو دنیا میں انسان کا سوال وجواب ایک ہی بار ہوتا ہے اور قبر میں سات بار کیا گیا اور
چوتھی مناسبت یہ ہی کہ ہفتہ سات دن کا ہوتا ہی پھر نہ دنیا کے ہفتہ میں امان ہے نہ آخرت کے اور حدیث
میں آیا ہی کہ ایام ہفتہ کے انسان کے عمل کے گواہ ہیں جو انہی کئے ہیں خیر ہو یا شر ہو تو مناسب ہوا کہ ان ہفتہ
کے اعمال کا سوال کیا جائے جسمیں وہ قبر میں آیا ہی اور پانچویں مناسبت یہ ہے کہ ان سوالوں کے بعد سجین سے
خلاصی ہوگی جو سات زمین کے نیچے ہی یا علیین پر جاتا ہے جو سات آسمانوں پر ہے اسلئے سات دن تک
اس سے سوال ہونگے کہ ہر دن ہر زمین اور ہر آسمان کے مقابلہ میں ہوگا اور چھٹی مناسبت یہ ہے کہ آخرت کے
جمعوں کا دنیا کا جمعہ ایک جمعہ ہی اور وہ جمعہ سات ہزار برس کا ہی کیونکہ ایک دن تیرے رب کا ہزار برس کے
مانند ہی جو تم شمار کرتے ہو تو مناسب ہوا کہ وہ سوال جو جنت میں پہنچاوے ایک جمعہ کی مدت ہو دنیا کے جمعوں
میں جو سات دن کا ہوتا ہی ساتویں مناسبت یہ ہی کہ سوال کا جواب جب اچھا ہوتا ہے تو ایمان ثابت ہوتا ہی
اور جہنم سے رہائی ہوتی ہی جسکے لئے سات طبقے اور سات دروازے ہیں تو مناسب ہے کہ سات دن تک
سوال رہے کہ ہر دن ہر طبقہ اور ہر دروازے کے مقابل ہو اور شریعت میں سات کے مناسبات بہت ہیں
ابن عباس لکھتے ہیں کہ لیلۃ القدر سات ہیں اور آسمان سات ہیں اور زمین سات ہیں اور طواف سات ہیں
اور انسان سات سے پیدا ہوا ہے اور زمین کے نباتات سات ہیں اور آدمی سات برس میں تمیز پاتا ہے اور پھر

سات برس میں اُسے احتلام ہوتا ہے اور پھر سات برس میں اُسکا قد لمبا ہوتا ہے اور پھر سات برس میں عقل
کامل ہوتی ہے غرض یہ سب مناسبتیں ہیں جو عدد سات کے خاص کرنیوالے ہیں **گیارھویں وجہ**
حکیم ترمذی اپنی سند سے حذیفہ بن الیمان سے روایت کرتے ہیں کہ قبر میں اور آخرت میں حساب ہوگا جسکا قبر میں
حساب ہوا اُسنے نجات پائی اور جسکا آخرت میں حساب ہوا اُسپر عذاب ہوا حکیم ترمذی کہتے ہیں کہ مومن کا قبر میں
حساب ہوتا ہے تاکہ قیامت میں اُسپر آسانی ہوجاے اور عالم برزخ میں رہتا ہے جبتک کہ قبر سے نکلے انتہی یہ حدیث
اگرچہ حذیفہ پر موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے چنانچہ سابقاً مذکور ہوا اُسکا شاہد وہ حدیث ہے جسکو
امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں حضرت عائشہ رضی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
قیامت میں مومن کا جو حساب ہوتا ہے اُسکی مغفرت ہوتی ہے جب اُس سے قبر میں سوال ہوچکتا ہے **بارھویں وجہ**
اگر کہا جاے کہ جب سات دن تک قبر میں فتنہ ہوتا ہے تو چاہیے کہ سات دن تک تلقین مشروع ہو اُسکا جواب یہ ہے کہ
یہہ کچھہ ضرور نہیں ہے اسلئے کہ تلقین نہ حدیث صحیح سے ثابت ہے اور نہ حدیث حسن سے بلکہ باتفاق محدثین
تلقین کی حدیث ضعیف ہے **تیرھویں وجہ** فرشتے کسوقت آتے ہیں اسکی تصریح وارد نہیں ہوئی
ہے یہ تو وارد ہے کہ پہلے دن اُسوقت آتے ہیں جب لوگ میت کو دفن کرکے پھرنے لگتے ہیں اور عبید بن عمیر
کا قول ہے کہ مومن پر سات دن اور کافر پر چالیس دن فتنہ ہوتا ہے یعنی ہر روز شروع دن پر آتے ہیں
مگر چونکہ اربعین صباحاً سے اربعین یوماً مراد ہے اسلئے کہ عادۃً یوم کو صباح سے تعبیر کرتے ہیں یعنی جزو بولتے
ہیں جس سے کل مراد ہوتا ہے تو یہ دلیل نہیں ہوسکتی ہے کہ شروع روز پر آتے ہیں اور احتمال ہے کہ ان سب
ایام میں آتے ہیں اُسی ساعت میں آتے ہیں جو اول روز وقت دفن کے آئے تھے غرض اللہ تعالی کو اُسکا
علم ہے اور ہمکو یہ علم ہوا کہ اول وقت آتے ہیں تا امر غیب کا ہے اسپر کسیکو اطلاع نہیں ہوتی ہے مگر حضرت
صاحب وحی کی جانب سے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کوئی دلیل بھی اسپر نہیں ہے تو کیونکر خیال ہوسکتا ہے کہ
طاوس وغیرہ کی روایت کہ سات دن فتنہ رہتا ہے توقیفی ہے نہ سماعی ہے اور نہ اور کچھ شک نہیں ہے

پہنچی ہے جو صاحب الوحی سے روایت کرتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم حاشا وکلا جسکو کچھ بھی تمیز ہوگی
وہ یہ گمان نہ کرسکیگا چودھویں وجہ (۱۴) احادیث مطلقہ میں وارد ہے کہ دونو فرشتے تین بار اسی مجلس میں
اسپر سوال مکرر کرتے ہیں مگر احادیث ایام سبعہ میں اسکی تصریح نہیں ہے تو یہی حمل ہوگا کہ یہ سوال
ہر روز ہوتا ہے اسلیئے کہ جب احادیث سے بعض مقید ہوں بعض مطلق تو قاعدہ اصول کا یہ ہی کہ حدیث مطلق
مقید ہو جائیگی اپنی اطلاق پر نہ رہیگی پندرھویں وجہ (۱۵) اس مقام پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ بخاری کی حدیث
میں ہی کہ سوال کے بعد مردہ کو کہتے ہیں کہ تم آرام سے سو رہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب اسکو کچھہ تکلیف
نہوگی اسکا جواب یہی کہ یہ کلام اس آدمی کا ہی جو فن حدیث میں نظر کامل نہیں رکھتا ہی اور علماء متکلمین
کی اصطلاح پر بخوبی واقف نہیں ہے جو سطرح کی احادیث و روایات سب طریقوں اور سندوں سے جمع کرتے ہیں
اور ہر حدیث و روایات سے فائدہ حاصل کرتے ہیں پھر جسمیں کوئی امر زیادہ نہیں ہوتا ہی تو وہ کہتے ہیں کہ یہ
حدیث ان احادیث کی مختصر ہے جنمیں زیادتی ہی بخاری کی حدیث اسماء بنت ابی بکر سے ہے کہ میںنے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مجھپر یہ وحی آئی ہی کہ تم قبر میں مبتلا ہوگے تم سے پوچھا جائیگا کہ
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں کیا جانتے ہو پھر مومن یا موقن کہیگا یہ محمد ہیں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہمکو ظاہر دلیلیں اور ہدایت لائے تھے ہمنے قبول کیا اور پیروی کی اسکو کہینگے کہ اب آرام سے
سو رہو ہم جانتے تھے کہ تو یقین والا ہی اور منافق یا شک والا کہیگا میں تو کچھہ نہیں جانتا ہوں لوگوں سے
سنا ہی کہ کچھہ کچھہ کہتے تھے میں بھی وہی کہنے لگا یہ بخاری کی حدیث مختصر ہے اسمیں کچھہ زیادتی
نہیں ہے اور سوال کے باب میں جو احادیث ہیں وہ دراز ہیں صحیح ہیں انمیں بہت زیادہ ہی پر اعتماد ہے
سوا اعتماد کے اور کچھہ ہو نہیں سکتا ہی اب اگر ایک آدمی اسی امر کو قبول کرے جو ایک حدیث مختصر
میں ہے اور جو دوسری مطول حدیث میں ہے اسکو چھوڑ دے تو اس پر یہ لازم آئیگا کہ جو احادیث صحیحہ میں
آیا ہی اسکو ترک کر دیا اور حدیث سبعہ اور حدیث بخاری میں منافات نہیں ہے ان دونوں کے جمع کی کچھ

صدوقؓ کی حدیث بخاری میں ہے کہ مجھپر وحی نازل ہوئی کہ تم فتنۂ قبر میں پڑوگے آخر حدیث تک تقریبًا یہ فتنہ ساعت ان ہی کا حدیث بخاری کی مطلق ہے جسکا اطلاق ایک پر اور اس سے زیادہ پر ہوتا ہے

پانچواں باب اس امر کے بیان میں کہ صدقۂ اموات کا کھانا اغنیاء کو جائز ہے

بعض لوگوں نے مجھسے یہ سوال کیا کہ صدقہ اموات کا کھانا اغنیاء کو جائز ہی یا نہیں میں نے یوں جواب دیا باللہ التوفیق مستفتی کے امر مسئول کا جواب دو امر کی تسلیم پر موقوف ہے پہلا امر ثواب عبادات مالیہ و بدنیہ سے موتی متمتع ہوتے ہیں یا نہیں اہل اعتزال کا یہ مسلک ہے کہ کسی قسم کا ثواب موتی کو نہیں پہنچتا انکی عمدہ استدلال اس آیہ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ہے انکی خیال میں اسکا مفہوم یہ ہے کہ انسان کے لئی کوئی چیز مفید نہیں ہے سوائے اس امر کے جسکو انہوں نے خود کیا ایسی صورت میں دوسرے کا فعل کسی معوتی کو مفید نہیں ہوسکتا اسکا جواب یہی کہ یہ مطلب اسوقت ہوسکتا تھا جب آیت میں لَا یَنْفَعُ اِلَّا مَا سَعٰی ہوتا آیت تو یوں ہے، وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اسمیں غیر سعی کے ملک کی نفی کیگئی ہی یعنی آدمی کی ملک اسوقت تک نہیں ہوسکتی جبتک اسنے سعی نہ کی ہو غیر کی سعی ساعی کی ملک ہوتی ہی اسے اختیار ہے کہ وہ کسیکو بخشدے یا اپنی ذات کیلئے ذخیرہ چھوڑ رکھے ایسی صورت میں یہ آیت ہماری طرف سے خود مخالفین پر حجّت ہوگی اسلئے کہ جب شخص نے اپنے عمل کا ثواب معوتی کو ہبہ کیا اسنے یہ کوشش کی کہ وہ ثواب جو اپنے لئے موعود ہے غیر کو پہنچے پھر بلحاظ اس آیت کے وہ ثواب غیر کو پہنچیگا عبادات مالیہ سے غیر کا متمتع ہونا ایسا امر ہے جسکا احادیث متعددہ سے اچھی طرح ثبوت پایا جاتا ہے چنانچہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کو ذبح کیا ایک کی نسبت فرمایا اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مِنْ اُمَّتِیْ جَمِیْعًا اور دوسرے کی نسبت ارشاد کیا اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ چنانچہ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے

قربانی میں امتِ مرحوم کا ثواب پہونچتا ہے جسکی نسبت آپنے فرمایا هٰذَا عَنْ اُمَّتِیْ جَمِیْعًا اب اس سے
بڑھکر کیا ہوگا خاص خاص پر بھی آپنے ایصال ثواب مالی کیلئے فرمایا ہے طبقات ابن سعد میں سعید بن
المسیب سے مروی ہے اِنَّ سَعْدًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ
وَلَمْ تُوْصِ فَهَلْ یَنْفَعُهَا اَنْ اَتَصَدَّقَ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ فَقَالَ اَیُّ الصَّدَقَةِ اَحَبُّ اِلَیْكَ
اَوْ قَالَ اَعْجَبُ اِلَیْكَ قَالَ الْمَاءُ ۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ سعدؓ نے جو عشرہ مبشرہ سے تھے
آپکی خدمت میں حاضر ہوکے یہ کہا کہ ام سعدؓ نے انتقال کیا مرنے کے پہلے کوئی وصیت نہیں کی پھر اگر کچھ
صدقہ دیا جائے تو کیا انکو فائدہ ہوگا آپنے فرمایا ہاں سعدؓ نے پوچھا کونسا صدقہ آپکے نزدیک پسندیدہ ہے
چونکہ ملک حجاز میں پانی کی قلت تھی ہوا ور پانی کے لوگ زیادہ محتاج رہتے ہیں آپنے آب فرمایا
چنانچہ ام سعدؓ کیلئے سقایہ رکھا گیا چونکہ سقایہ میں صرف پڑتا ہے اسلئے یہ عبادات مالیہ سے ہوگا در باب
عدم ایصال ثواب عبادات بدنیہ کے بعض اشخاص کا یہ خیال ہے کہ قیاس عبادات بدنیہ کا عبادات مالیہ
پر اسوجہ سے فاسد ہے کہ عبادات بدنیہ میں نفس امارہ کو تعب ہوتا ہے اور تذلل عبودیت کا اظہار کیا جاتا ہے
یہ سب ایسے ہی ہیں جیسے غذا یا دوا کی تاثیر جسم میں ہوتی ہے ایسے مقام پر نیابت کا تحقق کیونکر ہوسکتا ہے
کہ تادیب حیوان عصیان و نسیان اور انکی تہذیب اخلاق و مراقبات و اشغال اور اس قسم کے افعال
میں نیابت جاری ہو اور نائب سے میت کو ثمرہ پہونچے وَهُوَ مُحَالٌ بِحَسَبِ الْعَادَةِ الْاِلٰهِیَّةِ وَاِنْ کَانَ
مُمْکِنًا بِحَسَبِ قُدْرَتِهٖ تَعَالٰی عبادات مالیہ جو امور دنیہ میں داخل ہوگئے اس خیال سے کہ
مفالیس و ذوی الحاجات کی حاجت رفع ہو اور سیاست دنیہ کا نظم ہو اور ضعفائے اہل ملت ہلاکت و
تلف سے محفوظ رہیں ایسے امور میں نیابت جائز ہے ہم اس خیال کو اسوجہ سے بیہودہ تصور کرتے ہیں کہ
جب ثواب عبادت بدنیہ میں احادیث مروی ہیں پھر قیاس کی ضرورت کیا رہی دارقطنی سے مروی ہے
کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ ہمارے ماں باپ تھے جنکی حیات میں ہم انکے ساتھ احسان کرتے تھے

پھر وہ مر گئے اب انکے ساتھ احسان کرنیکی کیا صورت آپنے فرمایا کہ اسکا طریقہ یہ ہے کہ جب تم نماز
پڑھتی ہو انکے لئے نفل کی نماز پڑھو جب روزہ رکھتی ہو انکے لئے نفل کا روزہ رکھو حضرت علی سے مروی ہے کہ
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص قبر پر گزرے اور دس بار سورۂ اخلاص پڑھکے اسکا ثواب مردوں کو
بخشے مردوں کو برابر اسکا ثواب پہنچیگا رُوِیَ اَنَّ رَجُلاً سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ کَانَ لِیْ اَبَوَانِ اَبَرُّھُمَا حَالَ حَیٰوتِہِمَا فَکَیْفَ لِیْ نَبَرُّھُمَا بَعْدَ مَوْتِھِمَا فَقَالَ
لَہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْبِرِّ اَنْ تُصَلِّیَ لَھُمَا مَعَ صَلٰوتِکَ وَاَنْ
تَصُوْمَ لَھُمَا مَعَ صَوْمِکَ رَوَاہُ الدَّارُقُطْنِیُّ وَعَنْ عَلِیٍّ رض اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَرَّ عَلَی الْمَقَابِرِ وَقَرَءَ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ عَشَرَ مَرَّاتٍ ثُمَّ وَھَبَ
اَجْرَھَا لِلْاَمْوَاتِ اُعْطِیَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ رَوَاہُ الدَّارُقُطْنِیُّ اس قسم کی بہت
سی روایات کتب احادیث میں مروی ہیں جنکا ذکر باعث تطویل ہے خیر اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ یہاں
قیاس ہی قیاس ہے جب بھی کوئی ایسا فارق نہیں ہے جس سے قیاس کو باطل ٹھہرائیں جب عبادات مالیہ کا ثواب
پہنچانا جائز ہوا تو کوئی وجہ اسکی نہیں ہے کہ ہبہ ثواب عمل بدنیہ ناجائز ہو صدقات میں بھی نفس کو تعب
ہوتا ہے روپیہ بہت بچانا پڑتا ہے اسمیں بھی خلاف عقل یہ امر پایا جاتا ہے کہ کھانا کھائے ایک شخص اور فائدہ اٹھائے
ایک دوسرا غرض جب اس قسم کے امور بحسب قدرت باری تعالی ممکن ہیں تو کوئی ضرورت انکار کی نہیں ہے
اگر انکار ہی کرنا تھا تو سرے سے مثل اہل اعتزال کے انکار کرنا تھا ہبہ ثواب عبادات مالی کا اقرار اور
ہبہ ثواب عبادات بدنی کا انکار لَا اِلٰی ھٰؤُلَاءِ وَلَا اِلٰی ھٰؤُلَاءِ ہے عبادات بدنیہ کی کیفیت
ہے کہ جو شخص عبادات میں مصروف رہتا ہے وہ عبادت کے وقت آپکو مناہی سے محفوظ رکھکے ایک ایسے امر
میں مشغول رہتا ہے جو حسن لذاتہ ہے پھر یہ شخص بھی مثاب ہوتا ہے جب کل معروف صدقہ کا انکار نہیں کیا
جاسکتا تو اسکی تسلیم چار ناچار لازم آتی ہے کہ جسطرح ثواب عبادت بدنیہ سے میت متمتع ہوتی ہے

اسیطرح انکی عوارض و لوازمات سے وَمَنِ ادَّعٰی فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ امام ابوحنیفہ امام مالک امام احمد
حنبل اور اکثر ائمہ شافعیہ کا مسلک یہی ہے کہ عبادات بدنیہ کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے دوسرا امر
فاتحہ مرسومہ و نیاز متعارفہ ہند کا کھانا جائز ہے بعض اہل زیغ نے اسکی حرمت پر مَا اُہِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ سے
استدلال کیا ہے یعنی جب یہ بات کہی گئی کہ یہ کھانا فلاں بزرگ کی فاتحہ یا نیاز کا ہے اسپر غیر اللہ کا نام
آگیا جس سے وہ کھانا حرام ہوگیا یہ **استدلال محض نافہمی پر مبنی ہے** اسلئے کہ جماہیر مفسرین سلفاً
و خلفاً و شرقاً و غرباً و جنوباً و شمالاً یہی لکھتے آتے ہیں کہ مَا اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ عِنْدَ الذَّبْحِ حرام ہے
اگر یہ قید نہ لگائی جائے تو ایسی چیزوں کو حرام جاننا پڑیگا جو عرفِ عام و شرع میں حلال خیال کیجاتی ہیں
مثلاً دعوتِ ولیمہ و ختان کا کھانا یا وہ کھانا جو کسی مہمان کے لئے پکایا گیا ہو یا جو کھانا روزانہ اپنی اہل و
عیال کے کھانیکے لئے پکایا جاتا ہے اسلئے کہ مَا اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کا ان سب پر اطلاق ہوتا ہے جو حرام قرار دیا گیا ہے
فاتحہ و نیاز مرسومۂ ہند عبادتِ بدنیہ و مالیہ پر حاوی ہے پھر اسمیں کسیطرح کا شبہہ نہیں کہ یہ امور مستحب
ہیں اور انکا کھانا حلال ہے رہی یہ بات کہ انکا کھانا اغنیا کو جائز ہے یا نہیں تو اس بات کو خیال رکھنا چاہئے کہ
جو لوگ فاتحہ و نیاز کرتے ہیں انہوں نے جس جسکے کھلانیکا ارادہ کیا ہے سب کو کھانا جائز ہے عام ازینکہ
وہ گھر کے عزیز ہوں یا دور کی برادری کے لوگ یا امرا یا اہل دول یا اہل علم یا فقرا یا مشائخ اور سب کے
کھانیکا ثواب بزرگونکی روح پر فتوح کو پہنچتا ہے طبقات ابن سعد میں سعید بن مسیب سے مروی ہے اِنَّ اُمَّ
سَعْدٍ مَاتَتْ فَسُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ یعنی جب
ام سعد کا انتقال ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے فرمایا پانی پلانا
ام سعد کے نام کا جو سقایہ رکھا گیا اس سے اجلۂ خلفائے راشدین نے بلا نکیر پانی پیا پانی کھانے میں زیادہ فرق
نہیں ہے جسطرح کھانا معدے میں پہنچنے کے بعد طبخ کیلوسی و کیموسی کے بدن میں منتشر ہوتا ہے اسیطرح
پانی کھانیکے ہضم کا معین ہوتا ہے پھر اگر اس پانی کا پینا اس وجہ سے کہ ام سعد کا صدقہ ہے حرام ہوتا تو خلفائے

راشدین ضرور اس سے احتراز کرتے اور نہ پیتے اور اگر یہ خیال ہوتا کہ اس پانی کے پینے سے اُمِ سعد ثواب سے محروم رہینگی جب بھی احتراز کرتے اسلئے کہ یہ پانی پینا اس غرض کے منافی ہوتا تھا جسکے لئے یہ پانی رکھا گیا تھا صحابہ کی شان اس سے اعلیٰ وارفع تھی کہ وہ پانی سقایہ کا نوش فرماکے اُم سعد کو ثواب سے محروم رکھتے یا ایسا فعل کرتے جو انکے ورثہ کے مقاصد کے خلاف ہوتا طبقات ابن سعد میں سعید ابو حاتم سے مروی ہے قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ أَشْرَبُ مَاءَ هٰذِهِ السِّقَايَةِ الَّتِي فِي الْمَسْجِدِ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ فَقَالَ الْحَسَنُ قَدْ شَرِبَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مِنْ سِقَايَةِ أُمِّ سَعْدٍ فَمَه

جب صحابہ کے زمانہ میں ماء صدقہ کا پینا اغنیاء کو جائز و باعثِ ثواب خیال کیا گیا ہو اور خلفاء راشدین سے حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ نے پیا ہو اور حضرت امام حسن علیہ السلام اسکا پینا جائز خیال کیا ہو پھر اغنیاء زمانہ کے لئے ناجائز کہنا نہ صرف نامشروع ہے بلکہ چھوٹا منہ بڑی بات ہے ؎ بہ سرّ قصّہ سیمرغ و قصّہ ہدہد کسے رسد کہ شناسا ئے منطق الطیر است ؀ اُمِ سعد کیلئے جو کنواں کھودا گیا تھا اسکا پانی بھی سب پیتے تھے کوئی شخص کہیں سے ثابت تو کرے کہ صحابہ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے پینے سے انکار فرمایا بیر رومہ کی کیفیت سے کتب احادیث و سیر و تاریخ مالامال ہیں یہ کنواں ایک یہودی کی ملک تھا جو کنویں کا پانی قیمت پر مسلمانوں کو دیتا تھا جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچتی تھی آپ نے فرمایا مَنْ يَشْتَرِ رُومَةَ فَيَجْعَلَهَا لِلْمُسْلِمِينَ يَضْرِبُ بِدَلْوِهِ فِي دِلَائِهِمْ وَلَهُ بِهَا شِرْبٌ فِي الْجَنَّةِ حضرت عثمانؓ کو اس کنویں کے خریدنے کی فکر ہوئی یہودی کے پاس آئے جو مالک اسکا تھا اور خریداری کی خواہش ظاہر کی یہودی نے پورے کنویں بیچنے سے انکار کیا حضرت عثمانؓ نے بارہ ہزار درہم پر نصف کنواں خرید کے مسلمانوں پر تصدق کیا پھر یہ ٹھہری کہ ایک دن کنواں مسلمانوں کے حصہ میں رہے ایک دن یہودی کے مسلمان اپنے حصہ کے دن بجائے ایک دن کے اسقدر پانی کھینچ لیتے تھے جو دو دن کے لئے کافی ہوتا تھا یہودی نے گھبراکر دوسرا حصہ بھی حضرت عثمانؓ کے ہاتھ آٹھ ہزار درہم پر بیچا پھر حضرت عثمانؓ نے

پورا کنواں مسلمانوں پر صدقہ کیا عام ازینکہ فقیر ہوں یا غنی یا ابن السبیل اس کنویں کا پانی عموماً صحابہ استعمال کرتے تھے بلکہ سرِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم بھی حضرت عثمانؓ نے فتنہ کے وقت اس کا ذخیرہ سے احتجاج کیا تھا جامع ترمذی میں ہے اُذَکِّرُکُمْ بِاللّٰہِ ہَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رُوْمَۃَ لَمْ یَکُنْ یَشْرَبُ مِنْہَا اَحَدٌ اِلَّا بِثَمَنٍ فَابْتَعْتُہَا فَجَعَلْتُہَا لِلْغَنِیِّ وَالْفَقِیْرِ وَابْنِ السَّبِیْلِ خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفےٰ میں علامہ نورالدین سمہودی نے لکھا ہے وَلِابْنِ شَیْبَۃَ عَنِ الزُّہْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ یَشْتَرِیْ رُوْمَۃَ شِرْبَ رَوَاءٍ فِی الْجَنَّۃِ فَاشْتَرَاہَا عُثْمَانُؓ مِنْ مَّالِہٖ فَتَصَدَّقَ بِہَا اس تقریر سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہوگئی کہ صدقہ عام کا کھانا پینا گو وہ موتیٰ کو ثواب پہنچنے کیلئے کیوں نہ ہو جائز ہے انتہی کتبِ فقہیہ میں جہاں اسکی ممانعت ہے اسکی وجہ خاص یہ ہی کہ اس کھانے سے جو موتیٰ کے صدقہ کیلئے پکایا جاتا ہے صرف فقراء کا کھلانا مقصود ہوتا ہے پھر اغنیاء کو اس کا کھانا یا کھلانا بیشک مکروہ ہے ہاں جب اموات کا کھانا پکایا جاوے اور یہ نیت کیجاوے کہ اغنیا بھی کھلائے جاوینگے تو جو کھانا اغنیاء کو کھلایا جائیگا اسے صدقہ کا کھانا نہ کہینگے بلکہ اسی ضیافت کا کھانا کہینگے اور ضیافت کا کھانا اغنیاء کو کھانا درست ہے اور اگر صدقہ کا کھانا کہیں جب بھی اسکا کھانا اسوجہ درست ہے کہ اغنیاء کو جو صدقہ کا کھانا کھلایا جاتا ہے وہ صدقہ نہیں رہتا ہے بلکہ ہبہ ہوجاتا ہے حدیقہ ندیہ علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی میں ہے لِاَنَّ الصَّدَقَۃَ عَلَی الْغَنِیِّ ہِبَۃٌ

بہ سبب مناسبتِ مقام کے چند مسائل شرح معانی الآثار طحاوی و حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ و درمختار و ردالمحتار و شرح الیاس و برجندی و شرعۃ الاسلام و فتح الباری شرحِ صحیح بخاری سے ذکر کیا جاتا ہے جو رہے جاتے تھے اور جنکا ذکر کرنا ایک ضروری امر تھا مسئلہ تعزیت کرنیوالونکو اہلِ میت کے برابر ثواب ملتا ہے مسئلہ تعزیت میں ایسی بات کرنی چاہئے جس سے اہلِ میت کے قلب کو تسکین ہو اور اس سے کہنا چاہئے کہ اسپر ثواب جزیل کا وہ مستحق ہے مسئلہ تعزیت یوں کرنی چاہئے اَعْظَمَ اللّٰہُ اَجْرَکَ وَاَحْسَنَ عَزَاءَکَ وَغَفَرَ لِمَیِّتِکَ مسئلہ تعزیت کرنیوالے کو چاہئے کہ اہلِ میت کا مصافحہ کرے اس سے اہلِ میت کو تسکین ہوتی ہے

مسئلہ اہلِ میت کو چاہیے کہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم پڑھا کریں مسئلہ تعزیت

صبر کے باب میں کسیکو خط لکھنا مستحب ہے معاذ بن جبل کے بیٹے کا انتقال ہوگیا تھا تو معاذ بہت روتے تھے

آپنے انکو نامہ تحریر فرمایا جسمیں صبر کیلئے تاکید فرمائی مسئلہ اکثر فقہا کا مذہب ہے کہ تین دن کے بعد

تعزیت مکروہ تنزیہی ہے تاکہ نیا غم اسی پیدا نہو لیکن غائب کے لئے تین دن کے بعد جائز ہے مسئلہ دوبارہ تعزیت

مکروہ ہے چنانچہ حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے مسئلہ قبر کے پاس تعزیت مکروہ ہے اسلئے کہ

قبر کے پاس قرآن پڑھنا چاہیے میت کیلئے دعا کرنی چاہیے نہ آنکہ تعزیت مسئلہ گھر کے در پر تعزیت کیلئے بیٹھنا

اہلِ جاہلیت کا موں سے ہے جو منہی عنہ ہے اور اس قسم کی تعزیت مکروہ ہے مسئلہ عورتوں کو تعزیت کیلئے بیٹھنا

نہ چاہیے مسئلہ روپے پیسے کا یا کسی معاش کا اسلئے وقف کرنا کہ اسکے محاصل سے قرآن شریف پڑھا جاوے

یا نماز پڑھی جاوے یا سُبْحَانَ اللّٰهِ یا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یا درود پڑھا جائے عام ازینکہ کسی مسجد یا

مقبرہ یا خانقاہ کی تخصیص کیجائے اور نماز کی رکعات کی تعیین اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

کی تعداد کہ اتنی بار یا لاکھ یا کروڑ مرتبہ پڑھا جاوے بیان کبھی یا نہ کرے اور ان امور کی نسبت یہ نیت کرے کہ

اسکا ثواب وقف کرنیوالے کی روح کو یا اسکی ماں یا باپ یا بیٹا یا بی بی یا استاذ یا معلم وغیرہ وغیرہ کو پہنچے تو

یہ جائز ہے اور ثواب بھی پہنچتا ہے اسلئے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک آدمی کیلئے جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب

غیر کو ہبہ کرے عام ازینکہ نماز ہو یا روزہ یا قرأتِ قرآن یا ذکر یا طواف یا حج یا عمرہ یا اسکے سوا رہا باقی

رہی یہ بات کہ حدیث میں وارد ہے کہ لَا یُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا یَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ

تو اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص کسیکے لئے نہ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے اگر ایسا کریگا تو دوسرے شخص کو

ثواب نہ پہنچیگا بلکہ اسکے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی شخص کسیکی طرف سے نماز پڑھیگا یا روزہ رکھیگا تو اس نماز و

روزہ سے وہ شخص عہدہ و ذمہ سے بری نہوگا جسکی طرف سے نماز پڑھی گئی اور روزہ رکھا گیا اہلِ سنت و

جماعت کے مسلک پر ثواب پہنچنے میں کسیطرح کا شبہہ نہیں ہے اس قسم کا ثواب احیا و اموات دونوں کو

پہنچتا ہی عام ازینکہ ثواب کے باب میں خاص اپنی نیت کرے یا غیر کی اگر کسی نے اپنی نیت کی پھر نیت کی کہ کسی دوسرے شخص کو ثواب پہنچے تو کچھہ مضائقہ نہیں ہے حسب نیت کے ثواب پہنچیگا مسئلہ اگر کوئی شخص کچھہ روپے پیسے لیکے اپنی عبادت دوسرے کیلئے ہبہ کرے تو اسمیں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے اسلئے کہ عبادت کا ثواب عقد بیع میں داخل نہیں ہوسکتا بیع ایسی امور کے ساتھہ مخصوص ہے جو دنیوی ہیں پھر ثواب کا بیع کرنا کیونکر جائز ہوگا بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے اسوجہ سے کہ روپے پیسے بطور صدقہ کے دئے گئے ہیں اور صدقہ کا لینا دینے والے کو ثواب ملنے سے منع نہیں کرتا مسئلہ اگر کوئی شخص بطور پر وقف کرے کہ فلاں مسجد کے امام یا خطیب کو دیا جائے یا فلاں حافظ کو دیا جائے تو یہ جائز ہی اسلئے کہ اسمیں صرف یہ شرط لگائی گئی ہی کہ جس شخص میں اس قسم کے اوصاف پائے جاتے ہوں اسکو دیا جائے یہ دینا بطور صدقہ کے ہوا اسمیں کوئی دوسری قید نہیں لگائی گئی ہی مسئلہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ جو شخص قرآن یا نماز یا درود یا کلمہ پڑھکے اسکو ثواب بخشے تو اسکو موصی کے مال سے اسقدر روپے دئے جائیں تو اگر موصی نے بمعاوضہ تلاوت و ذکر کے روپے پیسے دئے ہیں تو موصی لہ کو یہ روپے پیسے لینا جائز نہیں ہے اور اگر موصی کے روپے پیسے صدقہ کئے ہیں اور ثواب بوجہ اللہ تعالے بخشا ہی تو درست ہے اور وصیت بھی صحیح ہے مسئلہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ اسکے مرنیکے بعد تین دن تک کھانا کھلایا جائے تو اگر اسکی نیت اس وصیت سے یہ ہی کہ زنان نائحہ کو کھانا کھلایا جائے تو یہ وصیت باطل ہے اگر صرف ایصال ثواب مقصود ہو تو یہ وصیت جائز ہے ابی جعفر نے یہ وصیت کی تھی کہ انکے مرنیکے بعد لوگونکو کھانا کھلایا جائے فتاوی خانیہ میں ابی قاسم سے مروی ہے کہ پہلے روز اہل میت کو کھانا کھلانا مکروہ نہیں ہے اسواسطے کہ وہ لوگ میت کے دفن وغیرہ میں مصروف رہتے ہیں تیسرے دن مستحب نہیں ہے اسلئے کہ اسدن زنان نائحہ جمع ہوتے ہیں تو اس دن کھانا کھلانا گناہ کی اعانت کرنا ہے اسی وجہ سے فقہا نے کہا ہی کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ اسکی مرنیکے بعد تین دن کھانا کھلایا جائے تو یہ وصیت باطل ہے سائحانی نے بطلان وصیت کی یہ وجہ لکھی ہی کہ

یہ وصیت ایسے لوگوں کے ساتھ متعلق ہے جو اس سے واقف نہیں ہیں اسکی نظیر یہ ہے کہ کسی شخص نے یوں کہا
اَوْصَيْتُ لِلْمَسَاكِيْنِ اس لفظ میں کوئی قید ایسی نہیں ہے جو حاجت پر دلالت کرے تو مجہول شخص کو مالک
کرتا ہوا جو صحیح نہیں ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ فقہا کے نزدیک یہ وصیت اس وجہ سے باطل نہیں ہے کہ ایام کی
تخصیص کیگئی بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکی نسبت یہ بات سمجھی گئی کہ نائحہ کو کھلانا منظور ہے جو ناجائز ہے یا
اسنے مجہول شخص کی تملیک کی جو صحیح نہیں ہے **مسئلہ** شمع یا قندیل یا چراغ بے ضرورت روشن کرنا
اسراف میں داخل ہے جو منہی عنہ ہے اگر روشنی کا کوئی فائدہ ہو تو جائز ہے مثلاً قبر مسجد کے قریب ہو یا
راستہ پر ہو یا وہاں کوئی بیٹھا ہو یا ولی یا عالم کی قبر ہو تو مضائقہ نہیں اولیاء اللہ اور علماء کی قبر پر جو
روشنی کرتے ہیں اس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بزرگ کا مزار ہے تاکہ لوگ اس سے
برکت حاصل کریں اور وہاں اگر اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کریں اور وہ دعا بسبب برکت توسل بزرگ
مستجاب ہو جائے مسالک الحنفا میں ہے کہ ابن نجیم نے اس امر پر فتویٰ دیا ہے کہ اگر کوئی شخص نذر کرے کہ
فلاں ولی کے مزار پر چراغ یا شمع روشن کرینگے تو یہ نذر اسوقت صحیح اور واجب العمل ہو جاتی ہے جبکہ
اس ولی کے مزار پر لوگ اس غرض سے شب کو ٹھہرتے ہوں تاکہ قبر کے پاس وہ لوگ قرآن وغیرہ پڑھیں
اگر ایسا نہ ہو تو صرف قبر پر روشنی کی نذر صحیح نہیں ہے **مسئلہ** قبر کے پاس جو مسجدیں بنائی جاتی ہیں
انکی کئی صورتیں ہیں جن سے احکام بدل جاتے ہیں **پہلی صورت** قبروں کے درمیان میں نماز کے لئے
جگہ بنانا اور اسمیں فرض و نوافل کا پڑھنا یہ ناجائز صورت ہے **دوسری صورت** قبر پر مسجد
بنائی جائے یہ صورت بھی ناجائز ہے اسلئے کہ قبروں پر یہود مسجد بناتے تھے تو یہود کی مشابہت ہوئی
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَعَنَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ
وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ یعنی اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ان عورتوں پر جو
قبور کی زیارت کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جو قبروں پر مسجد بناتے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ جو عورتیں

بن ٹھن کے کھلم کھلا زیارتِ قبور کیلئے آتی ہیں تاکہ مردوں کو فتنہ میں ڈالیں اور مردوں کے قلوب کو اپنی طرف متوجہ کریں جس سے کسی قسم کا فساد واقع ہو یا فساد ہونیکی توقع ہو تو یہ صورت ناجائز ہے اور ایسی عورت پر لعنت کیگئی ہے اگر عورت عفیفہ وصالحہ ہو اور اپنی کو برقع یا چادر اوڑھ لپیٹ کے نظر کو بچا کے زیارت کرے تو جائز ہے یا یہ وجہ ہو کہ اگر قبر کی زیارت کرنے کی تجدید اور ندبہ کی نیت سے ہو جیسے عورتوں کی عادت ہوتی ہے تو جائز نہیں اور اگر عبرت یا برکت حاصل کرنیکے لئے ہو تو جائز ہے معہذا جوان عورتوں کو مکروہ ہے

تیسری صورت یہ ہے کہ مسجد قبر پر نہ بنائی جائے بلکہ قبرستان کے قریب بنائی جائے تاکہ لوگ اسمیں نماز پڑہیں یہ صورت ناجائز نہیں ہے اور اسمیں نماز کا پڑھنا درست ہے کبھی آدمی زیارتِ قبور یا دفن موتی کیلئے مقبرہ میں آتا ہے اور نماز کا وقت آجاتا ہے پھر اگر کوئی مسجد قبرستان کے قریب بنائی گئی تاکہ لوگ اسمیں نماز پڑھا کریں تو اسمیں کسی قسم کا مضائقہ نہیں ہے **چوتھی صورت** جوارِ صالح میں مسجد کا بنانا اور ایصال برکت آثارِ عبادت کے لئے اسمیں نماز کا پڑھنا جائز ہے اسلئے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے پھر یہ مقام ان مواقع سے افضل ہے جہاں جہاں نماز پڑھتی ہیں مسئلہ نیاحت حرام ہے اور یہ کام ہے جسے ایامِ جاہلیت میں کرتے تھے اسکی صورت یہ ہے کہ مردے کے خصائل و تعریف بیان کیجائے اور اسپر لوگ روئیں مسئلہ نوحہ کرنا چیخنا جیب کا پھاڑنا مکروہ ہے مسئلہ کپڑا پھاڑنا کپڑا سیاہ پہننا مکروہ ہے مگر عورتوں کو سیاہ کپڑا پہننا جائز ہے مسئلہ چہرہ یا ہاتھ سیاہ کرنا منہ نوچنا بالوں کا پراگندہ کرنا سر پر خاک اڑانا رانوں پر دوہتڑ مارنا سینہ کوٹنا قبر پر آگ کا روشن کرنا رسومِ جاہلیت سے ہے مسئلہ اسطرح رونا جائز ہے جس سے آواز بلند نہو عام ازینکہ میت کے گھر کیوں نہو بشرطیکہ ندبہ و نیاحت کے ساتھ نہو مسئلہ صبر افضل ہے مسئلہ اگر آنسو جاری ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم کے انتقال پر روئے تھے غرض جو شخص کسی شخص کی مصیبت میں مبتلا ہو اسے حد سے متجاوز نہونا چاہیے یہانتک کہ نوحہ شروع کردے یا کپڑا پھاڑے منہ نوچے علی ہذا قساوت بھی نکرے جس سے مصیبت کا استخفاف ہو

بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنی چاہیے اور تھوڑی دیر تک قاری کے ساتھ بیٹھنا چاہیے جس سے
یہ معلوم ہو کہ وہ محزون ہے اور سخت مصیبت پڑی ہی مسئلہ اپنے حزن کا حال ظاہر کرنا جائز ہے مسئلہ اگر
جنازہ کے ساتھ نائحہ یا صائحہ ہو تو زجر کیجئے اگر نہ مانے تو جنازہ کے ساتھ چلنا چاہیے اسلئے کہ اتباع جنازہ سنت ہے
پھر سنت اسی بدعت سے چھوٹی نہ جائیگی جس بدعت کا مرتکب ایک غیر شخص ہے مگر دل سی اسے مکروہ سمجھنا چاہیے مسئلہ
اگر کسی رونے والے کی آواز اسلئے سنے تاکہ اسکا قلب ملایم ہو تو ایسے شخص کو مضائقہ نہیں جو آپ کو فتنہ سے مامون و
محفوظ رکھے مسئلہ اگر کوئی عورت میت کے گھر میں اسی ندبہ کرے اور اسکی لیاقت کا حال بیان کرے اور اسکی
ساتھ عورتیں روئیں تو ابو حامد کہتے ہیں کہ اگر وہ طمع سے یہ فعل کرتی ہے تو مکروہ ہے اور اگر بے طمع کرتی ہے تو
مضائقہ نہیں مسئلہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک قبر پر بنا مکروہ ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک قبر پر لکھنا
مکروہ ہے بعض مشائخ کہتے ہیں کہ علامت کے لئے پتھر کا رکھنا یا قبر پر لکھنا مضائقہ نہیں ہے شرح مختصر وقایہ
برجندی میں فتاوی ظہیریہ سے منقول ہے کہ قبر پر لکھنا کچھ مضائقہ نہیں ہے فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ بعض
کے نزدیک قبر پر لکھنا کچھ مضائقہ نہیں ہے ذخیرۃ العقبی حاشیہ شرح وقایہ میں ہے کہ جو کراہت کتاب الصلوۃ
اور اسکی متعلق میں مذکور ہوتی ہی اس سے کراہت تنزیہی مراد ہوتی ہی اور جو کتاب الصید و حظر و اباحۃ میں مذکور
ہوتی ہی اس سے کراہت تحریمی مراد ہوتی ہے ابن حجر مکی تحفۃ المحتاج شرح منہاج میں اذرعی سے نقل کرتے
ہیں کہ قبر پر قرآن کا لکھنا حرام ہی اسلئے کہ توہین ہوتی ہی قبر کو لوگ پامال کرتے ہیں جب اسمیں کوئی مردہ
دوبارہ دفن ہوتا ہے تو پھر مردے کے جسم کی نجاست گرتی ہی اور سوا اسکے حرف قرآن پر پانی برسات کا
پڑتا ہی البتہ قبر پر صاحب قبر کا نام لکھنا مندوب ہے تاکہ جب بہت زمانہ گزر جائے تو اس سے معلوم ہو کہ یہ قبر فلاں
شخص کی ہی خصوصاً انبیاء و صالحین کی قبر پر لکھنا چاہیے اسلئے کہ یہ ذریعہ اعلام کا جو مستحب ہے حاکم سے
جو نہی مروی ہی اذرعی نے کہا اسپر عمل نہیں ہے اسلئے کہ شرقاً و غرباً ائمۃ المسلمین کی قبور پر لکھا ہوا پایا جاتا ہے
اس سے معلوم ہوتا ہی کہ لوگ بزرگوں سے اس طریقہ کو پاتے ہوے چلے آتے ہیں ابن حجر اس کلیہ پر منع وارد کرتے ہیں اور

لکھتے ہیں کہ اگر فرض کریں قبر پر بنا بہ نسبت تابوت کے زیادہ نظر آتی ہے حنفیہ متأخرین مصر
میں حالانکہ اس باب میں نہی وارد ہے سید عمر مصری حاشیہ تحفہ میں لکھتے ہیں کہ قبر پر سایہ کرنا مکروہ ہے
اسلئے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسکو چھوڑ دو میت کا عمل اسپر سایہ کریگا علما کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ نے
سایہ کرنیکے لئے کوئی صحیح غرض نہ پائی ہوگی اسلئے یہ فرمایا ہوگا جب کوئی صحیح غرض پائی جائے تو کچھ
مضائقہ نہیں ہے مثلاً کوئی گنبد یا چھت اسلئے قبر پر بنائی جاوے تاکہ وہاں لوگ بیٹھکر قرآن وغیرہ
پڑھیں اور گرمی سردی سے محفوظ رہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے مسئلہ عورتونکی قبر پر چادر کا ڈالنا
جائز ہے انس بن مالک ابی زید انصاری کے دفن میں شریک تھے قبر پر چادر ڈالی گئی تب عبد اللہ
بن انس نے کہا کہ چادر اٹھالو عورتونکی قبر پر چادر ڈالی جاتی ہے انس بن مالک نے اسکا انکار نہ کیا
مردونکی قبر پر چادر ڈالنے سے عورتوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے مگر ضرورت کے وقت مردونکی قبر پر چادر کا
ڈالنا جائز ہے مثلاً جب سخت گرمی ہو یا پانی پڑتا ہو یا اولے پڑتے ہوں مسئلہ فقیہ ابو اللیث لکھتے ہیں کہ
میں قبر پر پتھر رکھنا سنت یا مستحب نہیں جانتا اور میں مضائقہ نہیں خیال کرتا علاء الدین تاجری کہتے
ہیں کہ ہمیں سلف کو بدون انکار کے اسی طریقہ پر پایا بعض لوگ اسے بدعت اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ نصاریٰ کی عادت تھی
مسئلہ قبر کو گچ کرنا یا مٹی لگانی مکروہ ہے امام احمد مٹی لگانی جائز خیال کرتے ہیں منبع المختار میں ہے کہ مکروہ
نہیں شرح مختصر وقایہ برجندی میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے مسئلہ قبرستان میں صاف جوتا پہن کے
چلنا امام ابی حنیفہ و صاحبین کے نزدیک جائز ہے مسئلہ اگر جوتی میں نجاست ہو تو نکال ڈالے مسئلہ زیارت کے وقت
چاہیئے کہ جہاں تک ممکن ہو میت کی پاؤں کی طرف سے آئے تاکہ بصر میت کے مقابل ہو اور یوں کہے السلام علیکم
دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ونسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ پھر
تک کھڑا ہو کے دعا کرے اور اگر بیٹھے تو مرتبہ کا لحاظ رکھے یعنی میت کی حالت حیات میں وہ جسقدر قریب یا بعید بیٹھتا تھا
اسیطرح بیٹھے مسئلہ جب مقبرہ میں داخل ہو سورہ یٰسین پڑھے یا جو ہوسکے پڑھے سورہ فاتحہ اول بقرہ مفلحون تک

وآیۃ الکرسی آمن الرسول و سورہ یٰسین و تبارک الذی و سورہ تکاثر و سورہ اخلاص بارہ مرتبہ یا گیارہ مرتبہ یا سات مرتبہ
پھر کہے خداوند اسکا ثواب فلاں شخص یا اشخاص کو پہنچا مسئلہ اپنے لیے قبر کھدوا رکھنا جائز ہے عمر بن عبد العزیز و
ربیع بن خثیم وغیرہما نے اپنے لیے قبر کھدوا رکھی تھی بعض لوگ اسے مکروہ کہتے ہیں مسئلہ اپنے لیے کفن بنوا رکھنا جائز ہے
مسئلہ میت کی پیشانی پر یا عمامہ پر یا کفن پر عہدنامہ لکھنا جائز ہے اور بعض بزرگوں نے جنہوں نے اسکی تحریر کی
وصیت کی تھی اسکو فوائد حاصل ہوئے ہیں عہدنامہ جو کفن پر لکھا جاتا ہے یہ ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ
اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ یا یہ اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ
وَالشَّھَادَۃِ الرَّحْمٰنَ الرَّحِیْمَ اِنِّیْ اَعْھَدُ اِلَیْکَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا اَنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّکَ
اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ فَاِنَّکَ اِنْ تَکِلْنِیْ تُقَرِّبُنِیْ مِنَ الشَّرِّ وَتُبَاعِدُنِیْ
مِنَ الْخَیْرِ وَاَنَا لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِکَ فَاجْعَلْ لِّیْ عَھْدًا
عِنْدَکَ تُوَفِّیْنِیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ نوادر الاصول
میں ترمذی سے منقول ہے کہ اس دعا کیلیے اصل ہے فقیہ ابن عجیل اسکی اجازت دیتے تھے ابن صلاح نے فتوی
دیا ہے کہ کفن پر سورہ یٰسین کہف وغیرہ نہ لکھنا چاہیئے اسلیے کہ مردے کے جسم سے مواد نکلنے سے نجس ہو جائیگا مردے کی
پیشانی پر بعد غسل کے قبل تکفین کے بغیر سیاہی کے انگشت شہادت سے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
لکھنا چاہیے اور سینہ پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ مسئلہ قبر پر بیٹھنا
امام و صاحبین کے نزدیک پاخانہ پیشاب کیلیے ناجائز ہے اور یوں بیٹھنا منع نہیں ہے حضرت علی و
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہم قبر پر بیٹھتے تھے واللہ اعلم بالصواب

خاتمۃ الطبع از رئیس نامی و طبیب گرامی جناب حکیم محمد عبد القدوس صاحب سکندرپوری عمّ فیضہ

بعد حمد و صلوٰۃ کے خاکسار محمد عبد القدوس سکندرپوری عرض کرتا ہے کہ جب سے ہندوستان میں
اسلام کی روشنی چمکی اُس زمانہ سے جس طرح بہت سے احکام شرعی نے یہاں رواج پایا اسی طرح ایصالِ ثواب اموات کے
طرق کا بھی عمل درآمد ہوا جسے شارع نے ٹھیرایا تھا جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اُسکے ورثہ یا احباب اعزا و اقارب تمام
ایصالِ ثواب مالی و بدنی میں کوشش کرتے ہیں خصوصاً اقرب ایام موت میں جسمیں میت فتنۂ قبر میں مبتلا ہوکر زیادہ تر ایصالِ
ثواب کے محتاج رہتے ہیں سوم و دہم و چہلم میں جو میت کے ثواب کیلئے فقرا کو کھانا کھلایا جاتا ہے یا اُنکی طرف سے
صدقہ دیا جاتا ہے یا قرآن پڑھا جاتا ہے یا درود یا کلمہ طیب پڑھا یا پڑھوایا جاتا ہے یہ سب اسلیے ہوتے ہیں جس سے
میت کو فتنہ سے بچاؤ کے لیے بہت کچھ مدد ملتی ہے یہ طریقہ ہندوستان میں اتنی مدت سے جاری ہے جسکی نسبت میں
کہہ سکتا ہوں کہ ہزار برس سے زیادہ گزر گئے - اہلِ اسلام کا طریقہ اسی طرح مدت سے برابر ایک نہج پر بلا نکیر
سلفاً و خلفاً چلا آتا ہے - چند سال سے حکومت اسلام کے اٹھ جانے سے دین میں جہاں بہت کچھ بکھیڑے لوگوں نے
پھیلا رکھے ہیں ایک یہ ہے کہ ایصالِ ثواب سے مردوں کو محروم کرنیکے لیے بعض بعض حضرات ہاتھ دھو کر پیچھے
پڑے ہیں اور قسم قسم کے دلائل اسکی حرمت پر پیش کرتے ہیں چونکہ انکے دعوی کا اثر اموات کے حق ثواب پر پڑتا ہے تو
اُنکا خیال باطل ہے کہ اموات کیطرف سے جواب پیش نہیں ہو سکتا ایک طرفہ فیصلہ کی امید پر پنجو کے بل اکڑتے ہوئے
چلتے ہیں اگرچہ اہلِ انصاف نے ان لوگوں کے جواب میں بہت کچھ لکھا اور لکھتے ہیں مگر وہ لوگ کسیکی
نہیں سنتے اور مرغی کی ایک ٹانگ کہے جاتے ہیں جب اُنکو قرآن یا حدیث سے اسکی حرمت یا عدم جواز پر کوئی
دلیل نہیں ملتی بلکہ قرآن و حدیث کو ایصالِ ثواب کا مؤید پاتے ہیں تو بے سمجھے بوجھے فقہا کے کلام پیش کرتے
ہیں حالانکہ وہ خود فقہا کے بدخواہ ہیں چونکہ فقہاء مستندین کے کلام بالکل قرآن و حدیث کے موافق ہیں تو
یہ لوگ فقہا کے کلام میں نہایت ڈہٹائی سے نئے نئے مضامین خلاف قیاس و مقتضی حال بناتے ہیں اور حرمت ایصال

ثواب میں بے اصل دلائل پیش کرتے ہیں اسلئے حامیِ دینِ متین ناصرِ اقوالِ مجتہدین جناب مولانا مولوی
حکیم وکیل احمد صاحب سکندرپوری نے اسطرف توجہ فرمائی اور بے بہا وقت اپنا صرف کرکے
رسالہ بہجۃ درجوازِ نتیجہ جسکا نام نتیجہ ہے تصنیف فرمایا اس رسالے میں نہایت خوبی کے ساتھ
ایصالِ ثواب کی کیفیت لکھی گئی ہی اور بڑے شد و مد سے یہ امر ثابت کیا گیا ہے کہ ایصالِ ثواب کا
طریقہ سلفِ صالح سے چلا آتا ہی اور فقہا کی عبارت کا سطور پر مضمون لکھا گیا ہی جس سے
مخالف کے شبہات خودبخود دفع ہوجاتے ہیں معہذا مخالفین کے شبہات کا جواب علٰحدہ طور پر دیا
گیا ہی میں جہانتک خیال کرتا ہوں اس قسم کا رسالہ جسکی نہایت ضرورت تھی آج تک کسی نے
نہ لکھا اسمیں کسیطرح کا شبہہ نہیں کہ اس نادر رسالہ کی تصنیف سے مولانا کا احسان احیا و اموات پر
عام ہے احیا پر احسان تو اس وجہ سے ہے کہ انکے قلوب میں جو مخالفین کی تحریرات سے شبہے
جم گئے تھے جن کی وجہ سے ایصالِ ثواب میں وہ پس و پیش کرتے تھے اس رسالہ کے
مضبوط دلائل نے ان شبہات کی بیخ کنی کی جس سے لوگ ایصالِ ثواب میں بے تامل
اسی طرح کی کوشش کرینگے جس طرح سے ہزار برس بلکہ زائد سے ابا عن جد کوشش
چلی آتی ہے اور مخالفین کے بہکانے سے وہ اپنے پیارے مردوں کو ثواب سے محروم رکھینگے
اور اموات کی گردنوں پر جو احسان کا بار ہے وہ ظاہر ہے مخالفین کی پریشان
تقریرات نے لوگوں کے قلوب پر ایسا بڑا اثر ڈال دیا تھا جس سے بیچارے مردے
بالکل ثواب سے محروم ہوچلے تھے جسکی وہ نہایت محتاج تھے اب احیا کیطرف سے ہدایا کے طباق
حضرت جبرئیل انکے پاس پہنچائینگے جس سے وہ اعلیٰ درجہ کا فائدہ اٹھائینگے اسی خیال سے
جامعِ معقول و منقول حاویِ فروع و اصول مقبولِ بارگاہِ صمد جناب مولوی حافظ عبدالاحد صاحب
مالکِ مطبعِ مجتبائی دہلی نے اس رسالہ کے چھاپنے کیطرف توجہ فرمائی جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء —